خواندگی کا فروغ اور مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل

استحکام پاکستان کا لازمی اور بنیادی تقاضا

تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں علمی اور تحقیقی جائزہ

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، وفاقی اردو یونیورسٹی، عبدالحق کیمپس کراچی

تاریخِ انسانیت میں یہ منفرد مقام ہادیِ عالم، پیغمبرِ آخر واعظم، حضرت محمد ﷺ کے عطا کردہ مثالی ضابطۂ حیات اسلام کو حاصل ہے کہ وہ سراپا علم بن کر آیا اور تعلیمی دنیا میں ایک ابدی اور ہمہ گیر انقلاب کا پیامبر ثابت ہوا۔

اسلامی نقطۂ نظر سے بنی نوعِ آدم نے اپنے سفر کا آغاز تاریکی اور جہالت سے نہیں، بلکہ علم اور روشنی سے کیا ہے۔ چناں چہ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ تخلیقِ آدمؑ کے بعد خالقِ کائنات نے انسانِ اوّل (حضرت آدمؑ) کو سب سے پہلے جس عظیم نعمت سے سرفراز فرمایا، وہ علم تھا۔ ''علم'' ہی کی بدولت اللہ علیم وخبیر اور عالم الغیب والشہادہ نے حضرت آدمؑ اور بنی نوع آدم کو جملہ مخلوق پر عزت وعظمت اور فضیلت بخشی۔ اسے لائق عزت وتکریم ٹھہرایا گیا۔

علم وحکمت کے مثالی اور ابدی خزینے، صحیفۂ ہدایت قرآن کریم نے ایک بڑا معنیٰ خیز اور فکر انگیز مکالمہ نقل کیا ہے، جو تخلیقِ آدم کے وقت اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے درمیان ہوا تھا، اس مکالمے کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

''وَ اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً''O(۱)

''اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں''

پھر فرمایا گیا:

''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا''O(۲)

''اور اللہ نے آدمؑ کو تمام اسماء کی تعلیم دی''

یہ اشیاء کا علم ہی ہے جو بنی نوع انسان کو باقی مخلوق حتیٰ کہ ملائکہ تک پر عزت و عظمت اور فضیلت عطا کر کے اسے جملہ مخلوق سے ممیز اور مسجودِ ملائک کا تاجِ زریں عطا کرتا ہے۔

''سورۂ بنی اسرائیل'' میں اس حقیقت کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا:

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًاO(۳)

''اور تحقیق ہم نے اولادِ آدم کو عزت بخشی، اور ہم نے انہیں خشکی اور دریا میں سواری دی، اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، اور ہم نے انہیں اپنی بہت سی مخلوق پر بڑائی دے کر فضیلت دی''۔

''علم'' قیادت کا ایک خاصہ (۴) اور ان اہم ترین عوامل میں سے ہے جو کسی تہذیب کے صحت مند ارتقاء اور نشو ونما کے لیے ضروری ہوتے ہیں، (۵) یہی وجہ ہے کہ جہاں دنیا کے دیگر نظاموں نے ''تعلیم'' کو زیادہ سے زیادہ بنیادی ضروریات میں سے ایک ضرورت سمجھا، وہاں باعث تخلیقِ آدم، ہادیٔ اعظم، مُعلّمِ بنی نوع آدم، حضرت محمد ﷺ نے اپنے اوّلین ضرورت قرار دیا ۔ ابلاغ علم اور تعلیم و تعلّم کو امّت کا بنیادی فریضہ قرار دیا گیا۔ تعلیم اور علم کی بنیاد پر بنی نوع آدم کی جملہ مخلوق پر عظمت و فضیلت اور خلافت ارضی کے حوالے سے قرآنِ کریم میں اشارۃً کہا گیا:

وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَکُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِ (۶)

''اور خرچ کرو اس میں سے جس میں اس نے تمہیں خلیفہ بنایا ہے''

معلم انسانیت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

عن انسؓ قال، قال رسول اللّٰہ ﷺ : طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم (۷)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے''۔

قرآن کریم نے بنی نوع آدم کی جملہ مخلوقات پر عزت وعظمت اور کرامت وتکریم کی بنیاد ''علم'' کو قرار دے کر عالمِ انسانیت میں بھی صرف اور صرف صاحبانِ علم کو عزت وتکریم اور حقیقی عظمت کا مستحق قرار دیا ہے، اس حوالے سے ارشاداتِ الٰہی ملاحظہ ہوں!

☆ **قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لاَ يَعْلَمُوْنَ (۸)**

''آپ کہہ دیں کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہوتے ہیں؟''

☆ **شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُو الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (۹)**

''گواہی دی ہے اللہ نے اس کی کہ بجز اس ذات کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے اور اہل علم نے بھی اور معبود بھی وہ اس شان کے ہیں کہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں۔''

☆ **يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا لْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (۱۰)**

''جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم کیا گیا ہے اللہ ان کے درجات بلند کرے گا۔''

☆ **اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ (۱۱)**

''اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اُس کے بندوں میں جن کو سمجھ ہے۔ تحقیق اللہ

زبردست ہے، بخشنے والا۔"

اسلام کے سوا دنیا کا کوئی مذہب یا تمدن ایسا نہیں ہے جس نے تمام انسانوں کی تعلیم کو ایک بنیادی ضرورت قرار دیا ہو، یونان اور چین نے غیر معمولی علمی اور تمدنی ترقی کی، لیکن وہ بھی تمام انسانوں کی تعلیم کے قائل نہ تھے، بلکہ اہل علم کے ایک طبقے پر ہی قانع ہو گئے تھے، افلاطون اپنی جمہوریہ میں جو اونچے اونچے خواب دیکھ سکا اس میں بھی فلاسفہ اور اہلِ نظر کے ایک مخصوص طبقے ہی کو اس امتیاز سے نوازا گیا۔ اسلام واحد مذہب اور پیغمبر اسلام ﷺ وہ واحد انقلابی شخصیت ہیں، جنہوں نے تمام انسانوں پر حصولِ علم اور تعلیم کو بنیادی فریضہ قرار دیا۔ (۱۲)

یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف غیر مسلم مفکرین کو بھی ہے، یوروپین دانشور جی۔ لنڈسے جانسن (G.-INDSAY JOHNSON) اس حوالے سے لکھتا ہے:

"مذہب اسلام کے بارے میں بیشتر عیسائیوں کی لاعلمی کا اظہار خوفناک ہے،......

دنیا کے کثیر انسانوں کے کردار کی تشکیل کرنے والے ایسے مذہب کی عمارت کو مضبوط بنیادوں پر کھڑا نہ سمجھنا ایک احمقانہ مفروضہ ہے...... پیغمبر اسلام ﷺ ہر قسم کے علم کے بہت زیادہ احترام کے قائل تھے"۔ (۱۳)

معلّم انسانیت ﷺ نے علم، تعلیم اور اہل علم کے بے شمار فضائل بیان فرمائے، آپؐ نے حصولِ علم کو امت کا دینی، ملّی اور اجتماعی فریضہ قرار دیا، آپؐ نے ابلاغ اور فروغ علم کے فضائل بیان فرمائے، اور کتمانِ علم کو انفرادی اور اجتماعی جرم اور گناہِ عظیم قرار دیا، آپؐ کی ان تعلیمات اور فرامین کی بہ دولت دورِ رسالت میں علم اور تعلیم کا ایک ہمہ گیر انقلاب برپا ہوا، مکہ معظمہ میں دار ارقم مدینہ منورہ میں صفہ اور دیگر درس گاہوں کے ذریعے وہ علمی اور تعلیمی انقلاب برپا ہوا جس نے دنیا کو مثالی تہذیب اور آئین حیات عطا کیا جس کا تذکرہ ہم آگے جا کر کریں گے، ذیل میں اس حوالے سے آپؐ کے ارشادات گرامی ملاحظہ ہوں:

☆ عن ابی هریرةؓ قال، قال رسول الله ﷺ: من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین (۱۴)

''ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ جس کی بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دینی بصیرت عطا کرتے ہیں۔''

☆ عن ابن عباس قال، قال رسول الله ﷺ: فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد (۱۵)

''حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک فقیہ (عالم) شیطان کے مقابلے میں ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔''

☆ عن انسؓ قال، قال رسول الله ﷺ: من خرج فی طلب العلم فهو فی سبیل الله حتی یرجع (۱۶)

''حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے (گھر سے) نکلے وہ جب تک گھر واپس نہ آجائے اللہ کی راہ میں ہے۔''

☆ عن انسؓ قال، قال رسول الله ﷺ: طلب العلم فریضة علی کل مسلم (۱۷)

''حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا حصولِ علم ہر مسلمان پر واجب ہے۔''

☆ عن کثیر بن قیسؓ قال: کنت جالسا مع ابی الدرداءؓ فی مسجد دمشق فجاء رجل فقال یا ابا الدرداءؓ انی جئتک من مدینة الرسولؐ لحدیث بلغنی انک تحدث عن رسول الله ﷺ ما جئت لحاجة قال فانی سمعت

رسول اللّٰہ ﷺ یقول: من سلک طریقا یطلب فیه علما سلک به طریقا من طرق الجنة وان الملئکة لتضع اجنحتها رضًا لطالب العلم وان العالم یستغفر له ما فی السموت ومن فی الارض والحیتان فی جوف الماء وان فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلة البدر علی سائر الکوکب وان العلماء ورثة الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارًا ولا درهمًا وانما ورثوا العلم فمن اخذه بحظ وافر (۱۸)

''کثیر بن قیسؒ کہتے ہیں، میں دمشق کی مسجد میں ابودرداءؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہا اے ابودرداءؓ میں رسول اللہ ﷺ کے شہر مدینہ سے یہ سن کر آیا ہوں کہ تمہارے پاس ایک حدیث ہے، جس کو تم رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہو اور کوئی غرض بجز اس کے میرے یہاں آنے کی نہیں ہے۔ (ابودرداءؓ نے) کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص طلب علم کے لیے سفر اختیار کرے اللہ اس کو بہشت کے راستہ پر چلاتا ہے اور فرشتے (دین کے) طالب علم کی رضامندی کے لیے اپنے پروں کا سایہ اس پر ڈالتے ہیں اور عالم کے لیے ہر وہ چیز جو آسمانوں کے اندر ہے (جیسے فرشتے) اور جو زمین پر ہے (مثلاً انسان، جن اور حیوانات وغیرہ تمام مخلوقات) استغفار کرتی ہے اور (یہاں تک کہ) مچھلیاں بھی پانی کے اندر مغفرت کی دعا کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی کہ چودھویں رات کا چاند ستاروں پر فضیلت رکھتا ہے اور عالم پیغمبروں کے وارث اور جانشین ہیں اور انبیاء کا ورثہ دینار اور درہم نہیں ہیں بلکہ ان کا ورثہ علم ہے جس کا وارث (انہوں نے) عالم کو بنایا ہے تو جس شخص نے علم کو حاصل کیا اس نے کامل حصہ پایا۔''

نبی ﷺ نے علم کو ارکان خیر میں شمار کیا ہے اور افراد کو اسی خوبی سے ممیز کیا ہے۔ آپؐ نے

فرمایا:

☆ **عن جابر بن عبداللہؓ، قال رسول اللہ ﷺ : الناس معادن فخیار هم فی الجاهلية خيارهم فی الاسلام اذا فقهوا (۱۹)**

''جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان کانیں ہیں، جاہلیت کے عہد میں ان کے پسندیدہ لوگ اسلام کے بھی پسندیدہ ہیں اگر دینی فہم رکھیں۔''

نبی ﷺ نے علم کو ان امور میں شمار کیا جس پر رشک کیا جا سکتا ہے، حدیث میں ہے:

☆ **عن عبداللہ بن عباسؓ، قال، قال رسول اللہ ﷺ: لا حسد الا فی اثنتین، رجل اٰته الله مالاً فسلطه علی هلكة فی الحق و آخر اٰته الله حكمة فهو يقضی بها ويعلمها(۲۰)**

''عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو چیزوں کے سوا کسی پر حسد جائز نہیں، وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا اسے حق کی راہ میں صرف کرنے پر لگا دیا دوسرا وہ جسے اللہ نے حکمت عطا فرمائی وہ اس سے فیصلے کرتا ہے اور اسے سکھاتا ہے۔''

اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ زیور علم سے آراستہ ہوں، آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

☆ **اغد عالما او متعلما او مستمعا او محبا و لا تكن الخامسة فتهلک قال عطاء قال لی مسعر زدتنا خامسة لم تكن عندنا، والخامسة ان تبغض العلم و اهله (۲۱)**

''تجھے اس حال میں صبح کرنی چاہیے کہ تو عالم ہو، متعلم ہو، علم سننے والا ہو یا علم سے محبت رکھنے والا اگر کوئی پانچویں صورت اختیار کی تو ہلاک ہو جائے گا۔ عطاء کہتے ہیں کہ مجھ سے مسعر نے کہا: پانچویں چیز کا اضافہ کیا جو ہمارے ہاں نہیں اور پانچویں یہ ہے کہ علم اور اہل علم سے بغض رکھے۔''

ہادیِ اعظم، حضرت محمد ﷺ کو معلم انسانیت اور معلم کتاب وحکمت بنا کر مبعوث کیا گیا۔ خود رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی ذاتِ گرامی کے لیے ''معلم'' کے لقب کو زیادہ پسند فرمایا، اور اپنی بعثت کا مقصد ''معلم'' ہونا بیان فرمایا۔

☆ **عن عبداللہ بن عمرو ان رسول اللہ ﷺ مر بمجلسین فی مسجدہ فقال کلا ھما علی خیر واحد ھما افضل من صاحبہ اما ھولاء (عباد) فید عون اللہ ورغبون اللہ فان شاء اعطاھم وان شاء منعھم واما ھولاء فیتعلمون الفقہ و یعلمون الجاھل فھم افضل و انما بعثت معلما ثم جلس فیھم (۲۲)**

''حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ دو مجلسوں میں سے گزرے جو مسجد میں منعقد ہوئی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا: دونوں مجلسیں بھلائی پر ہیں لیکن ان میں سے ایک دوسری سے بہتر ہے، ان دونوں میں سے ایک عبادت میں مصروف ہے، اللہ سے دعا کر رہی ہے اور اس سے اپنی خواہش ورغبت کا اظہار کر رہی ہے، پس اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو انہیں عطا کر دیں۔ چاہیں تو محروم رکھیں اور دوسرے لوگ دینی بصیرت حاصل کر رہے ہیں اور جاہلوں کو علم سکھا رہے ہیں، لہٰذا یہ لوگ بہتر ہیں اور میں بھی معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں (یہ کہہ کر) آپ بھی ان میں بیٹھ

گئے۔"

عہدِ حاضر کے معروف محقق اور متعدد علمی موضوعات پر کتابوں کے مصنف الشیخ علامہ عبدالفتاح ابوغدہ اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

☆ **نعم: انما بعثه الله معلما ﷺ وهذا المعلم المربی الکبیر. ولا اکبر منه معلما فی البشر، والهادی الامی البصیر، والرسول المبلغ المنیر: هو الذی تدین لتعلیمه وتربیته امم کثیرة، وتبجّله شعوب واقوام مختلفة فی شتی انحاء المعمورة، تعد بمئات الملایین، تخضع لقوله، وتسترشد بهدیه، وتلتمس رضوان الله تعالیٰ فی اتباعه والاقتداء به (۲۳)**

بے شک، اللہ عزوجل نے آپ کو معلم بنا کر مبعوث فرمایا، اور آپؐ سب سے بڑے معلم اور مربی ہیں، پوری انسانی تاریخ میں آپ سے بڑھ کر کوئی معلم نہیں گزرا، آپ کو ہادی، امی اور بصیر بنا کر بھیجا گیا، اور رسول گو مبلّغ اور (سراج) منیر بنا کر بھیجا گیا، آپؐ وہ ہیں کہ آپؐ کی تعلیم وتربیت سے متعدد اقوام عظمت پا رہی ہیں، مختلف اقوام وقبائل دنیا کے مختلف خطوں میں (آپ کے علمی فیضان کی بدولت) جلا پا رہی ہیں، جن کا شمار اربوں میں ہوتا ہے، وہ آپ کے فرامین کی اتباع کرتے ہیں، اور آپؐ کی تعلیمات سے راہِ ہدایت پاتے ہیں۔ اوران کی پیروی اور اقتدار میں اللہ کی رضا کے متلاشی رہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو معلم انسانیت اور معلم کتاب وحکمت بنا کر مبعوث فرمایا گیا، آپؐ کے ریضہ نبوت میں تلاوت آیات الٰہی، تزکیہ وتربیت نفوس اور تعلیم کتاب وحکمت شامل

تھے۔(۲۴)

دینِ حنیف کے داعیِ اکبر، ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ جب مرکزِ ملّت اور مرکزِ توحید کعبۃ اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے، اس وقت انہوں نے اللہ عزوجل سے اہلِ عرب میں ایک نبی مبعوث کیے جانے کی دعا فرمائی، انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں درخواست کی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ
يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ٥(٢٥)

اے ہمارے پروردگار، ان کے اندر انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے، جو انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، جو ان کا (نفس کا تزکیہ) کرے۔

رسالتِ عظمیٰ کے فرائضِ منصبی: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے گھر کی تعمیر کے بعد اپنی آئندہ نسل کی فلاحِ دنیا و آخرت کے واسطے حق تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ میری اولاد میں ایک رسولؑ بھیج دیجیے، جو ان کو آپ کی آیات تلاوت کر کے سنائے، کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کو ظاہری و باطنی آلائشوں سے پاک وصاف کر دے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی۔ اور حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کو یہ جواب ملا کہ یہ رسول اعظم رسالتِ عظمیٰ کے منصب جلیلہ پر فائز ہو کر آخری زمانہ میں مبعوث ہوں گے۔ اسی بنا پر جب آپ خاتم النبیین ﷺ بن کر تشریف لائے تو روایات میں ہے کہ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ میں تمہیں بتاؤں کہ میں کون ہوں؟

"انا دعوة ابى ابراهيم وبشارة عيسىٰ ورويأ امّى"

کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت۔ اور اپنی والدہ ماجدہ کے خواب کا مظہر ہوں۔

سورۂ بقرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ان دعائیہ کلمات کا مضمون سورۂ آلِ عمران اور

سورۂ جمعہ کی آیات میں بھی مذکور ہے۔ جن میں حضور سرورِ کائنات ﷺ کی رسالتِ عظمیٰ اور آپ کے عہدۂ ختم نبوت کے فرائض منصبی بیان کیے گئے ہیں۔ جو کہ چار چیزوں پر مشتمل ہیں۔

(۱) تلاوتِ آیات: اللہ کے فرامین اور ارشادات کو لفظاً لفظاً جوں کا توں پڑھ کر سنا دینا۔

(۲) تعلیم کتاب: الفاظ کے معانی و مرادات کی وضاحت کرنا۔ اور اللہ کی کتاب کا صحیح منشاء اور مطلوب سمجھانا، تا کہ لوگ کتاب کی روح تک پہنچ سکیں۔

(۳) تعلیم حکمت: اُمت کے سامنے اپنے اسوۂ حسنہ کا عملی نمونہ اس انداز میں پیش کرنا کہ انسانی زندگی کے تمام تر وسعت پذیر پہلوؤں کی حکمتِ عملی کھل کر سامنے آجائے۔ اور خداداعلم وحکمت کی ٹیکنالوجی بھی سمجھ میں آجائے۔

(۴) تزکیۂ نفس: اُمت کے افراد کو ظاہری اور باطنی نجاستوں سے پاک وصاف کرنا۔ اور ریاضتوں، مجاہدوں اور عملی کوششوں سے مانجھ اور صیقل کر کے ذہنوں کو قبولیت حق کے لیے مستعد اور تیار کرنا، تزکیہ نفس کہلاتا ہے۔ اس کے لیے ذہن سازی اپنی جگہ سب سے اہم ہے کہ جس کے واسطے منکرات ورزائل سے اجتناب کرنا۔ اور فضائل اخلاق کا اپنانا انتہائی لازم ہے۔

اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ بعثت نبوی ﷺ کے مقاصد کا حصول جن سے اُمتِ مسلمہ کی بجا طور پر تعمیر وتشکیل ہوتی ہو، نبوت کے ان ہی چار فرائض منصبی پر منحصر ہے۔ ان کے بغیر مکمل دینی معاشرہ اور اسلامی زندگی کا صحیح ڈھانچہ تیار نہیں ہوسکتا۔

اسوۂ نبوی ﷺ کا غالب حصہ تعلیمی ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی رسالت کے مقاصد اس طرح بیان فرمائے ہیں:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلاً مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۝(۲۶)

"ہم نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہیں ہماری

آیات سناتا ہے، تمہاری زندگیاں سنوارتا ہے، تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے، جو تم نہیں جانتے تھے"۔

"سورۃ الجمعہ" میں فرمایا گیا:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ق وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍo(۲۷)

"وہ ہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں سے بھیجا، وہ انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں (برائیوں سے) پاک کرتا ہے اور انہیں سکھاتا ہے کتاب اور دانش مندی کی باتیں، اور بالتحقیق یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے"

سورۂ آل عمران میں ارشاد فرمایا گیا!

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ o(۲۸)

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا جب کہ ان کے اندر خود انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا، جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، اور ان کا تزکیہ کرتا ہے، اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

معلم کتاب وحکمت، محسنِ انسانیت ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کا نقطۂ آغاز علم، قلم، اور تعلیم کے الفاظ سے ہوا، جن سے اسلام اور تعلیماتِ نبوی ﷺ میں علم اور اہلِ علم کی عظمت وفضیلت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، ارشاد ربانی ہوا: سورۃ العلق آیت ۱ تا ۵

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o

اِقْرَاْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُo الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْo(۲۹)

پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے (سب) کو پیدا کیا، انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھیے اور آپ کا پروردگار سب سے بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم سے سکھایا، انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

ان قرآنی آیات سے وحی الٰہی کا نزول ہوا، وحی الٰہی معلم انسانیت ﷺ پر مسلسل ۲۳ سال تک نازل ہوتی رہی۔ ان آیات سے جہالت کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی دنیائے انسانیت پر رحمتِ ربانی کا دروازہ کھل گیا، اور علم وحکمت اور تزکیہ وتربیت نفس کا یہ دروازہ مسلسل نزولِ وحی کی شکل میں اور عہد نبوی ﷺ سے تاقیامِ قیامت عالم انسانیت پر کھل گیا۔

خود پروردگار عالم، عالم الغیب والشہادہ نے اس ابدی پیغام ہدایت میں عالمِ انسانیت کو مخاطب بناتے ہوئے واشگاف الفاظ میں ارشاد فرمایا:

"وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ"o

اور تحقیق ہم نے نصیحت کے لیے قرآن کو آسان کر دیا، تو ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا؟(۳۰)

ایک اور موقع پر ارشاد ہوا:

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَo(۳۱)

اور ہم نے آپؐ پر یہ نصیحت نامہ نازل کیا ہے، تاکہ آپؐ لوگوں کو بیان، کر دیں، جو کچھ ان کے پاس بھیجا گیا ہے، اور تاکہ وہ غور وفکر سے کام لیں۔

دنیا کے تمام مذاہب میں دینِ اسلام ہی وہ پہلا اور آخری مذہب اور آسمانی صحائف

میں قرآن ہی وہ واحد صحیفۂ ہدایت ہے جو انسان کو کائنات اور نظام کائنات میں غور وفکر، ہی عبرت وبصیرت، اور تفکر وتدبر کی دعوت دیتا ہے۔(۳۲)

''اقرأ'' کا حکم الٰہی انسانی تاریخ کا ایک غیر معمولی واقعہ تھا جس نے آنے والے دور میں انسانی تاریخ کا دھارا موڑ دیا، علم وحکمت کے اس ابدی پیغام سرمدی نے انسانی نظام ونظریۂ حیات کو ایک خاص رخ اور ایک خاص نہج عطا کیا، اس نے تہذیب وتمدن اور علم پروری کی انسانی تاریخ پر انمٹ نقوش ثبت کیے، انسانِ جدید کی صورت گری کا آغاز غارِ حرا میں نزولِ وحی سے ہوا۔

اس حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے مولانا ظفر علی خان نے کیا خوب کہا ہے:

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز چمکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں
جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور عقدہ دروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والےؐ نے بتلا دیا چند اشاروں میں

معلِّم انسانیتؐ پر نازل ہونے والی وحی کی یہ ابتدائی آیات وتعلیمات انتہائی غور وفکر، تدبّر وتفکر کی تقاضی ہیں۔

وادیِ فاران کی پہاڑی چوٹیوں پر واقع ''حرا'' نامی تنگ وتاریک غار میں نازل ہونے والے علم وقلم کے نور سے منور اس ابدی پیغامِ ہدایت نے دنیائے انسانیت کو علم وحکمت کے نور سے منور کیا۔

نامور مستشرق مارگولیتھ (D, S. Margoliouth) راڈول (Rodwell) کے ترجمۂ قرآن کے مقدمہ میں لکھتا ہے:

دنیا کے عظیم مذہبی صحیفوں میں قرآن ایک اہم مقام رکھتا ہے حالاں کہ اس طرح کی تاریخ ساز تحریروں میں اس کی عمر سب سے کم ہے، مگر انسانوں پر حیرت انگیز اثر ڈالنے میں وہ کسی سے پیچھے نہیں، اس نے ایک نئی انسانی فکر پیدا کی اور ایک نئے اخلاق کی بنیاد رکھی (۳۳)

''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ''

کے پیغامِ ہدایت نے علم پروری کو اسلام اور مسلمانوں کی سرشت میں داخل کر دیا، تعلیم وتعلم، اور ابلاغ وفروغِ علم اسلام اور مسلمانوں کا مزاج بن گیا، اس وحی کے نزول کے بعد ہی معلّمِ انسانیت ﷺ نے امّت کی تعلیم کے لیے اپنی ذات کو وقف کر دیا۔ عالم الغیب والشہادہ نے معلمِ کتاب وحکمت کی بعثت ہی بحیثیت معلم کے فرمائی، زبانِ نبوت سے فرمان جاری ہوا: ''انّما بعثت معلّمًا'' (۳۴)

''بے شک، میں تو معلّم بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں۔

چنانچہ بعد ازاں سفر وحضر، رات اور دن، ہر حال اور ہر مقام پر معلّمِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ متحرک درس گاہ بن گئی، مختلف حالات وواقعات میں ایک لاکھ سے زائد تلامذہ وصحابہ ﷺ نے آپ ﷺ سے تعلیم پائی۔ اور فرمانِ نبویؐ کی پیروی میں فیضانِ نبوی ﷺ سے فیض یابی کے بعد چہار دانگ عالم میں علم وحکمت کے چراغ روشن کیے۔

''معلم کتاب وحکمت، محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے!

''مثل مابعثنی اللّٰہ من الھدیٰ والعلم کمثل الغیث الکثیر اصاب ارضاً، فکان منھا نقیة، قبلت الماء فأنبتت الکلأو العشب الکثیر وکانت منھا احادب امسکت الماء فنفع اللّٰہ بھا الناس، فشربوا وسقوا وزرعوا، وأصاب منھا طائفة اخریٰ انما ھی قیعان لا تمسک ماءً أولا تنبت کلأ فذٰلک مثل من فقه فی دین اللّٰہ ونفعه – ما بعثنی اللّٰہ به فعلم وعلم، ومثل من لم یرفع بذٰلک رأساً ولم یقبل ھُدی اللّٰہ الذی ارسلت به''(۳۵)

اللہ نے مجھے جو ہدایت اور علم دے کر مبعوث کیا ہے، اس کی مثال اس موسلا دھار بارش کی ہے جو زمین پر گری اور اس کے ایک قابل روئیدگی علاقے نے پانی کو جذب کرلیا، جس سے گھاس اور سبزہ اگ آیا، اور ایک علاقہ نا قابل روئیدگی تھا جس نے پانی کو روک لیا اور اللہ نے اس سے انسانوں کو نفع پہنچایا، لوگوں نے خود پانی پیا اور دوسروں کو پلایا اور کھیتی باڑی کی، اور ایک علاقہ صرف سنگ لاخ اور پہاڑی تھا جہاں نہ پانی رکا اور نہ سبزہ اگا، یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین کو اچھی طرح سمجھا، میرے علم و ہدایت نے اسے نفع پہنچایا، اسے خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا، اور اس شخص کی مثال ہے جس نے علم وہدایت آنے کے بعد جہالت سے سر نہیں اٹھایا اور نہ ہی اللہ کی ہدایت قبول کی، جسے دے کر مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔

انہی فرامین کی بنیاد پر عہد نبوی ﷺ میں تعلیم و تعلم پر شروع ہی سے بڑی توجہ مبذول کی جاتی رہی۔

معلمِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ وصحابیاتؓ کی تعلیم کے لیے مکۂ معظمہ میں ''دارِارقم'' میں ایک خفیہ مدرسہ قائم فرمایا، جہاں نو مسلموں کے لیے تعلیم کا اہتمام کیا گیا۔(۳٦)

دارِارقم کو اسلامی تعلیمات کا سب سے پہلا مرکز ہونے کا اعزاز حاصل ہے، یہ مکان مکے کے نواحی علاقے میں کوہِ صفا پر واقع تھا، اور ابتدائی دور میں ایک صحابی حضرت ابن ابی الارقمؓ کی ملکیت تھا، انہی سے منسوب ہونے کی وجہ سے اسے دارِارقم کہا جانے لگا۔ درس وتدریس، اور تعلیم وتعلم کا سلسلہ اس مکان میں تین سال تک جاری رہا۔ بہت سے محققین مکے کی اس درس گاہ کو مسلمانوں کی سب سے پہلی درس گاہ بھی قرار دیتے ہیں۔(۳۷)

چنانچہ مکۂ مکرمہ میں کفار ومشرکین کی ایذا رسانی اور حالات کی ناسازگاری کے باوجود کسی نہ کسی طرح قرآن اور اسلام کی بنیادی تعلیم جاری تھی۔ معلم انسانیت ﷺ صحابۂ کرامؓ کو تعلیم دیتے تھے۔ موسم حج اور دیگر مواقع پر لوگوں کو قرآن سناتے تھے۔ اس دور میں مسجد ابوبکر

صدیقؓ، بیت فاطمہ بنت خطاب، شعب ابی طالب وغیرہ کو کسی حد تک درس گاہ کہا جا سکتا ہے۔ اس کے باوجود مکی دور میں فیضان نبوی ﷺ کی بدولت متعدد قراء و معلمین پیدا ہوئے جنہوں نے دوسروں کو قرآن اور تفقہ فی الدین کی تعلیم دی۔ (۳۸)

ان درس گاہوں کے علاوہ اس زمانہ میں مدینۂ منورہ کے مختلف علاقوں اور قبیلوں میں تعلیمی مجالس اور حلقے جاری تھے۔ جن میں بطور خاص بنونجار، بنوعبدالاشہل، بنوظفر، بنوعمرو بن عوف، بنوسالم وغیرہ کی مساجد میں اس کا انتظام تھا، اور عبادہ بن صامت، عتبہ بن مالک، معاذ بن جبل، عمر بن سلمہ، اسید بن حضیر، مالک بن حویرث رضوان اللہ عنہم اجمعین ان کے ائمہ اور معلمین تھے۔ (۳۹)

ان درس گاہوں میں قرآن اور بنیادی ضروریات دین کے بارے میں آگاہی اور تعلیم و تربیت دی جاتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو روانہ کرتے وقت مندرجہ ذیل تین باتوں کی ہدایت کی تھی!

أمره أن يقرأهم القرآن و يعلّمهم الإسلام و يفقهّم فی الدين. فكان يسمیّ المقرئ بالمدينة (۴۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ لوگوں کو قرآن پڑھائیں اور اسلام کی تعلیم دیں اور ان میں دین کے متعلق بصیرت پیدا کریں، چنانچہ وہ مدینہ میں مقری کے نام سے یاد کیے جانے لگے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ہجرت سے قبل مکہ میں جیسے ہی کوئی وحی نازل ہوتی رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اسے فوراً مردوں کے اجتماع میں، پھر عورتوں کی مجلس میں تلاوت اور تبلیغ فرماتے، مدینہ منورہ آتے ہی مسجد نبویؐ کی تعمیر ہوئی تو اس میں ایک حصہ بطور ''صفہ'' مختص کیا گیا، جسے اسلامی تاریخ میں پہلی باقاعدہ درس گاہ اور اصحاب صفہ کو طالبان علم کی پہلی جماعت ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

مدینۂ منورہ میں تحریک اسلام کو آزاد ماحول میسر آیا تو معلم کتابؐ وحکمت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے تعلیم و تربیت کے مسئلے کو مستقل اور پائیدار بنیادوں پر حل کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔

آپؐ کی پیغمبرانہ حکمت وبصیرت کا فیصلہ یہ ہوا کہ تعلیم و تربیت کا مرکز ایسا ہونا چاہئے جہاں ہر روز مقررہ اوقات پر مسلمانوں کا اجتماع ہو اور اس اجتماع کی حیثیت گویا فرض و وجوب کی ہو۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے آپؐ نے مسجد کو منتخب کیا، اس اعتبار سے مسجد نبویؐ اسلام کا پہلا مرکز تعلیم و تربیت ہے۔ جس کے لیے آج کی زبان میں جامعہ یا یونیورسٹی کی تعبیر اختیار کی جاسکتی ہے۔ اس یونیورسٹی کا نصاب تعلیم و تربیت کیا تھا اور اس کے ذریعے آپؐ نے ثقافتی مسئلے کو کیسے مستقل بنیادوں پر حل کیا؟ اس کا جواب قرآن مجید نے ہر زمان و مکان کے انسان کی رشد و ہدایت کے لیے اپنے اندر محفوظ کرلیا اور وہ یہ ہے!

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ○ (۴۱)

جس طرح (منجملہ اور نعمتوں کے) ہم نے تم میں تمہیں میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو تمہیں ہماری آیات پڑھ پڑھ کر سناتا، تمہارا تزکیہ کرتا، تمہیں الکتاب (قرآن) اور حکمت سکھاتا اور تمہیں ان باتوں کی تعلیم دیتا ہے۔ جن کا تمہیں علم نہ تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس پہلی اسلامی یونیورسٹی (صفہ) کا نصاب اصولی طور پر یہ تھا!

۱۔ قرأت قرآن، ۲۔ تزکیہ، ۳۔ تعلیم کتاب، ۴۔ تعلیم حکمت اور ۵۔ علوم نو کی تعلیم،

چنانچہ اس مقصد کے حصول کی خاطر آپؐ نے مسجد نبوی ﷺ کے ایک کنارے پر ایک جگہ مخصوص کرلی، جسے اس کے سائبان کی وجہ سے ''صفہ'' کہتے تھے۔ یہ دراصل ایک کھلی اقامتی

Residential درس گاہ تھی، جس میں ہر چھوٹا، بڑا شخص تعلیم و تربیت حاصل کرتا تھا، چاہے وہ اس میں اقامت گزیں ہو یا نہ ہو، مسلمانوں کی ایک جماعت جنہوں نے اپنی کل زندگی تحریک اسلام کے لیے وقف کر دی تھی، تعلیم و تربیت کے حصول کے لیے اس میں اقامت گزیں ہوگئی، انہیں ''اصحاب صفہ'' کہتے تھے، اس اعتبار سے اگر مسجد نبوی ﷺ کی اس درس گاہ کو عصر حاضر کی اقامتی اور کھلی درس گاہوں کا پیش خیمہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ (۴۲)

مسجد نبویؐ کے ایک حصہ میں ڈائس کے طور پر ایک چبوترہ قائم کر دیا گیا جو دن کے وقت تعلیم گاہ کا کام دیتا اور رات کے وقت بے خانماں لوگوں کے لیے دارالاقامہ بنتا۔ یہ پہلی اقامتی Residential جامعہ تھی، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائی، پہلے ہی دن سے شہر کے باشندے بھی وہاں آنے لگے، بے خانماں لوگ حصول تعلیم کے لیے وہیں رہتے تھے۔ (۴۳)

اس اقامتی درس گاہ میں لکھنے پڑھنے کے علاوہ فقہ کی تعلیم بھی دی جاتی تھی، قرآن کریم کی سورتیں زبانی یاد کرائی جاتی تھیں، فنِ تجوید سکھایا جاتا تھا اور دیگر اسلامی علوم کی تعلیم کا بندوبست تھا، جس کی نگرانی اس تاریخی اور اولین تعلیم گاہ کے معلم اول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شخصی طور سے فرمایا کرتے تھے اور وہاں رہنے والوں کی خوراک وغیرہ کا بھی بندوبست کیا کرتے تھے۔ بعض طلباء اپنی فرصت کے لمحات میں طلب روزگار میں بھی مصروف ہوا کرتے تھے۔

درس گاہ صُفہ میں نہ صرف مقیم طلبہ کی تعلیم کا انتظام تھا بلکہ ایسے بھی بہت سے لوگ آتے تھے جن کے مدینے میں گھر تھے اور وہ صرف درس کے لیے وہاں حاضر ہوا کرتے تھے، وقتاً فوقتاً عارضی طور سے درس گاہ میں شریک ہونے والوں کی بھی کمی نہ تھی، جبکہ مقیم طلبہ کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ (۴۴)

''صفہ'' دن میں ایک مدرسہ (بلکہ جامعہ) بن جاتا تھا اور رات کو دارالاقامہ اور بورڈنگ، یہاں اعلیٰ تعلیم تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیا کرتے تھے لیکن ابتدائی تعلیم اور لکھنا

پڑھنا سکھانا یہ کام نوجوان صحابہ رضا کاروں کے سپرد تھا۔(۴۵)

صفہ میں جو تعلیم ہوتی تھی وہ اسلام کی ابتدائی تعلیم تھی، مدرسہ میں جن چیزوں کی تعلیم ہوتی تھی اس کے متعدد شعبے متعدد لوگوں کے سپرد تھے، کسی کے سپرد یہ کام تھا کہ وہ لکھنا پڑھنا سکھائے، کسی کے سپرد یہ تھا کہ جو لکھنا پڑھنا سیکھ چلے ہیں انہیں اس وقت تک کی نازل شدہ سورتیں سکھائیں۔(۴۶)

دورِ رسالت میں فروغِ علم اور تعلیم کی بنیادی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ انتہائی تنگ دستی اور غربت کے عالم میں زندگی بسر کرنے والے مسلمانوں نے بھی حصول علم کو فوقیت دی اور اس شعبہ میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ تعلیمی وسائل سے محروم یہی مسلمان چند برسوں میں اتنا ممتاز مقام حاصل کر گئے کہ جہاں جہاں ان کے قدم پہنچے وہاں تعلیم و تربیت کے اعلیٰ مراکز قائم ہو گئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد ہی مسند درس و ارشاد قائم ہو چکی تھیں جہاں تعلیمی اعتبار سے مرکز فضیلت سمجھا جاتا تھا۔ یہ مراکز مختلف شہروں میں قائم تھے۔(۴۷)

چنانچہ وصال نبویؐ کے بعد خلافت راشدہ میں فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا تو نئے نئے مفتوح علاقوں میں جہاں دیگر کبار صحابہؓ نے اقامت اختیار کی ان میں ''اصحاب صفہؓ '' کا کردار بھی قابل ذکر اہمیت رکھتا ہے۔ بلاد اسلامی میں اقامت گزیں صحابہؓ نے امارت، قضاء، تعلیم، جہاد اور علوم نبویؐ کی تعلیم و تبلیغ میں قابل ذکر خدمات انجام دیں۔ ابو حاتم رازی ''کتاب الجرح والتعدیل'' کے مقدمے میں لکھتے ہیں!

ثم تفرقت الصحابة رضی اللّٰہ عنهم اجمعین فی النواحی والأمصار والثغور، وفی فتوح البلدان والإمارة والقضاء والأحكام فبث كل واحد منهم فی ناحيته وبالبلد الذی هو به ماوعاه وحفظه عن رسول اللّٰہ صلّی

اللّٰه علیه و سلّم (۴۸)

حضرات صحابہؓ عالم اسلام کے اطراف ونواحی، بلاد وامصار، سرحدات میں اور فتوحات امارت، قضاء اور تبلیغ احکام کے سلسلہ میں پھیل گئے، اور ان میں سے ہر ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنا، دیکھا اور یاد کیا تھا سب کو عام کیا۔

عہد نبویؐ کی اس مثالی اور تاریخی درس گاہ صفہ کو اسلامی تاریخ میں مدارس و جامعات اور دینی اداروں کے رہنما کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں علیٰ منہاج النبوۃ قائم کیے گئے مدارس، دینی اداروں اور جامعات کے تعلیمی نظام میں ان بیشتر اصولوں اور خصوصیات کو بنیاد بنایا گیا جو تاریخ اسلام کی اس تاریخی درس گاہ کا طرۂ امتیاز تھیں۔(۴۹)

ملی خاکستر یونان کو تابندگی ان سے ☆ علوم مردۂ ماضی میں آئی زندگی ان سے
یہی اصحاب صفہ عکس تھے انوار رحمت کے☆ وجود پاک تھے ان کے مکاتب درسِ حکمت کے(۵۰)

اسلامی تاریخ اور تہذیب وتمدن پر دورِ نبوی ﷺ کے نظامِ تعلیم کے ہمہ گیر اثرات: اسلام کے تمدن کی پہلی اینٹ مکہ میں رکھی گئی، سب سے پہلا مدرسہ مکہ میں کوہِ صفا پر دارارقم میں بنا، اس میں قرآن کی آیتوں اور سورتوں کا نزول ہوا۔ اسی درسگاہ میں رسالت مآب ﷺ نے صحابہؓ کو اسلام کی دعوت وقرآن کی تعلیم دی(۵۱) افراد کی سیرت وکردار کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے قرآن کی تفہیم کو ذہنوں میں اتارا جس نے شعور کو بیدار کیا۔

مکہ کے بعد اسلام کے تمدن کا آغاز مدینہ منورہ سے ہوا، یہ شہر سب سے پہلے اسلام میں عوامی تعلیم کا مرکز بنا، مسجد نبوی کو اسلام کی پہلی درسگاہ بننے کا شرف حاصل ہوا، پھر مدینے کی نو مسجدوں میں تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا(۵۲) مدینہ سے علوم کی سوتیں پھوٹیں، یہی شہر مرکزِ علم بنا اور ''دارالسنۃ'' کے لقب سے ممتاز ہوا۔(۵۳)

مذکورۂ بالا اصول کے مطابق اسلامی عہد میں جو شہر تمدنی حیثیت سے ممتاز وفائق رہے وہ تعلیم کے مرکز بھی رہے، چنانچہ عہد صحابہؓ میں مدینہ منورہ کو سب سے پہلے ''مدینۃ العلم'' کا

لقب ملا پھر حجاز مرکزِ علم قرار پایا۔ دورِ مرتضویؓ میں مرکزِ خلافت جب عراق منتقل ہوا تو یہ شرف کوفہ وبصرہ کو حاصل ہوا، اس کے بعد دورِ اموی میں دارالخلافہ جب سرزمینِ شام میں لے جایا گیا تو مرکزِ علم دمشق بن گیا، زوالِ بنی امیہ کے بعد مشرق میں دورِ عباسی میں بغداد کو مرکزی حیثیت حاصل ہوئی تو بغداد معدن علم بنا۔ پھر یہ فضیلت و امتیاز مصر و نیشاپور وغیرہ کو اور مغرب میں قیروان و قرطبہ کو حاصل ہوا، ابن خلدون لکھتا ہے:

''بغداد، قرطبہ، قیروان، بصرہ، کوفہ کو دیکھو جب یہاں اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تمدن پھیلا اور عمرانی ترقی درجہ کمال کو پہنچی تو ان شہروں میں علم کے سمندر جوش مارنے لگے، یہاں کے باشندے تعلیمی اصطلاحات و مسائل کے استنباط میں تفنن طبع دکھانے لگے اور متقدمین سے بھی گوئے سبقت لے گئے جب یہاں تمدن کو زوال آیا اور حالت ابتر ہوئی تو بساطِ علم الٹ گئی اور علم وتعلیم یہاں سے مفقود ہو کر دوسرے شہروں میں منتقل ہو گئے''۔ (۵۴)

''جب بغداد، بصرہ اور کوفہ جیسی علم کی کانیں مٹ گئیں تو ان سے بڑے بڑے شہر آباد ہوئے اور علم کا مرکز عراق عجم میں منتقل ہو کر خراسان و ماوراء النہر میں قائم ہوا، پھر قاہرہ میں منتقل ہوا، قاہرہ کی تمدنی حیثیت چوں کہ مسلسل قائم رہی اس بنا پر یہ ہر زمانے میں علم کا مرکز رہا۔ (۵۵)

عہدِ رسالت ﷺ سے تعلیم کا آغاز ہوا لیکن سو سال کی مختصر سی مدت میں تعلیم کو ایسی ترقی ہوئی کہ فتوحاتِ اسلامی کا دائرہ جتنا وسیع ہوتا گیا تعلیم کا دائرہ اس سے زیادہ وسیع تر ہوتا گیا چنانچہ علامہ ابن حزم لکھتے ہیں۔

''جسے تاریخ کا تھوڑا سا علم ہے وہ یقیناً یہ بات جانتا ہے کہ تابعین نے سندھ، خراسان، آرمینیہ، آذربائیجان، موصل، دیار ربیعہ، دیار مصر، شام، افریقہ، اندلس، حجاز، یمن، پورا جزیرہ عرب، عراق، فارس، کرمان، سجستان کابل، طبرستان، جرجان، جبال میں اسلام پھیلایا اور نورِ علم سے گوشہ گوشہ کو منور کر دیا تھا''۔ (۵۶)

یہی وہ تاریخی اور ابدی حقیقت ہے، جس کا اعتراف مسلم مفکرین اور مورخین کی طرح

مغرب کے نام ور مصنفین اور مستشرقین کو بھی ہے، مغرب کا معروف مستشرق اے، جے، آربری معروف عرب مصنف ڈاکٹر احمد شلبی کے پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالے ''تاریخ تعلیم وتربیت اسلامیہ'' کے پیش لفظ میں اعترافِ حقیقت کے طور پر لکھتا ہے:

بنی نوع انسان پر اسلام کی تحسین وتوصیف اور شکر گزاری واجب ہے، مسلمانوں نے علم وادب اور فنون وسیاست میں جو اضافے کیے ہیں، ان کے متعلق بہت لکھا جاچکا ہے، یہ کامیابیاں اور کامرانیاں ہرگز حاصل نہ ہوتیں، اگر مسلمانوں کو علم سے پر جوش عقیدت نہ ہوتی، جو ہمیشہ ان کا طرۂ امتیاز رہا ہے، مسلمان مردوں اور عورتوں نے یکساں طور پر پوری عقیدت کے ساتھ اپنے پیغمبر ﷺ کے حکم پر عمل کیا کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے''(۵۷)

معلّمِ انسانیت کا فلسفہ ابلاغ وفروغِ تعلیم: معلم انسانیت ﷺ نے ابلاغِ علم کو ہر ایک پر لازم کیا اور فرمایا

''بلغوا عنی ولو آیة''(۵۸)

''میری طرف سے پہنچا دو اگر چہ ایک ہی آیت ہو، ابلاغ کا دائرہ نہایت وسیع ہے، اس میں حفظ وتلقین، یاد رکھنا اور دوسروں کو علمی مواد فراہم کرنا نیز نقلِ کتاب اور کتاب وغیرہ تمام وسائل کی فراہمی داخل ہے۔ علم ایک دولت ہے اور اس دولت کا فائدہ اُسی وقت متصور ہوسکتا ہے جب اس سے معاشرے کو انفرادی اور اجتماعی طور پر خیر نصیب ہو۔ ایسا علم جس سے خلق خدا کو نفع نہیں بے کار محض ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ علم کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اس خزانے کو مخفی نہ رکھیں بلکہ اسے لوگوں تک پہنچائیں، نبی معلم (ﷺ) نے اہل علم پر واجب ٹھہرایا کہ وہ علم کی اشاعت کریں۔ آپؐ نے کتمانِ علم کو حرام قرار دیا۔ آنحضور ﷺ کے اس طرز فکر کے گواہ ہزاروں مسلمان ہیں جن کے سینوں میں آپؐ نے علم کی شمع روشن کی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سنیں:

''عن ابن مسعودؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول:

نضر اللہ امرا سمع منا حدیثا فحفظه حتی یبلغه فرب

مبلغ احفظ له من سامع"(٥٩)

''ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: اللہ تعالیٰ اُس شخص کو تر وتازہ رکھے جس نے ہم سے حدیث سنی، اسے حفظ کیا، حتیٰ کہ اسے پہنچایا۔ بسا اوقات سننے والے کی بہ نسبت حدیث کی زیادہ حفاظت وہ کرتے ہیں جو ان سے سنتے ہیں۔

یہ مشہور حدیث ہے اور کئی طریقوں سے مروی ہے۔ مثلاً:

"رب مبلغ او عی من سامع ورب حامل فقه غیر، و رب حامل فقه الی من هو افقه منه نضر الله عبدا سمع مقالتی فو عاها ثم اداها الی من لم یسمعها . (٦٠)

''کئی پہنچائے جانے والے سننے والے سے زیادہ حفاظت کنندہ ہوتے ہیں۔ بہت سے غیر فقیہ لوگ فقہی علوم کے حامل ہوتے ہیں اور کتنے حامل فقہ ہوتے ہیں جو اپنے سے زیادہ فقیہ تک پہنچاتے ہیں۔ اللہ اس شخص کو تر وتازہ رکھے جس نے میری بات سنی، اسے محفوظ کیا اور پھر اسے اس شخص تک پہنچایا جس نے نہیں سنا، چناں چہ ائمہ کرام نے علم کا آخری درجہ اس کی نشر واشاعت اور ابلاغ کو قرار دیا ہے(٦١)

دور نبویؐ کے نظام تعلیم کی امتیازی خصوصیات نبی اکرم ﷺ ملت اسلامیہ کے سب سے پہلے معلم تھے۔ آپ ہی نے پہلی منظم تعلیم گاہ مدینہ منورہ میں قائم فرمائی۔ صفہ نامی چبوترہ پہلا مدرسہ تھا اور اصحاب صفہ اس کے متعلم تھے۔ اس مدرسے نے اسلامی قلمرو میں تعلیم کی نہج قائم کی اور جو روایت اس میں پڑی وہ ہی ہماری تعلیمی روایت بن گئی اور وہ روایت یہ تھی:

(ا) اولین چیز دینی تعلیم ہے۔ قرآن اور سنت نبوی ﷺ کو نصاب تعلیم کا مرکز ومحور ہونا چاہیے۔

(ب) تعلیم کا مقصد (۱) اچھا مسلمان اور داعی الی الحق بنانا (۲) اور مسلم معاشرے کی ہمہ ضروریات کو پورا کرنا ہے۔

(ج) رسول کریم ﷺ نے تعلیم اور مسجد کا تعلق قائم کیا۔ مسجد دینی محور، سیاسی مرکز اور تعلیم گاہ بنی اور اس کے ذریعے سے طالب علم ایک مخصوص ثقافتی ورثے کے امین بنے۔

(د) متعلمین کے لیے اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے خود محنت مزدوری کرنا، اور مختلف حرفتوں کو سیکھنا اور ان سے وابستہ ہونا اچھا اور پسندیدہ قرار پایا۔

(ہ) تعلیم کی آخری ذمہ داری مسلمان معاشرے اور اسلامی ریاست پر عائد ہوتی ہے اور اسے اس مقصد کے لیے اپنے وسائل استعمال کرنے چاہیں۔ مسلمانوں کی قومی آمدنی اور بیت المال پر اولین حق زیر تعلیم طلبہ اور ان پر ہونے والے جملہ مصارف کا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں یہ بنیادی نہج پڑی اور ان ہی خطوط پر بعد میں ارتقا ہوا۔

مغرب اور معلّمِ انسانیت ﷺ کا فلسفۂ تعلیم (تقابلی اور تنقیدی جائزہ): نبی ﷺ نے اکثر اوقات دُعاؤں میں نفع بخش علم کا ذکر کیا ہے۔ حضور ﷺ کی دُعاؤں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ علم کے اضافہ کی دُعا مانگتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ ایسا علم طلب کرتے ہیں جو نفع بخش ہو ضرر رساں نہ ہو۔

وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (۶۲)

''آپ فرمائیں اے میرے پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرما''۔

''عن ابی هریرةؓ، قال کان رسول الله ﷺ یقول: اللهم انی اعوذبک من علم لا ینفع، ومن دعاء لا یُسمع ومن قلب لا یخشع ومن نفس لا تشبع. (۶۳)

''ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ میں تجھ سے ایسے علم سے جو نفع بخش نہ ہو،

اس دُعا سے جو نہ سنی جائے، ایسے قلب سے جو نہ ڈرے اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو پناہ مانگتا ہوں''۔

معلم انسانیت رسول اکرم ﷺ نے انسانیت کو جو فلسفہ تعلیم عطا فرمایا، وہ مغرب کے فلسفہ وتصور تعلیم سے قطعاً مختلف ہے، اس لیے کہ اسلام کے نزدیک انسان، تعلیم اور زندگی کا تصور مغرب کے تصورات سے قطعاً مختلف ہے۔ تعلیمات نبوی ﷺ اور قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق انسان درحقیقت دینا میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے، جملہ مخلوق میں افضل واعلیٰ ہے۔(۶۴)

رسول اکرم ﷺ کا عطا ردہ فلسفہ ونظامِ تعلیم دنیا میں انسان کی زندگی کا حقیقی مفہوم اور حقیقی مقصد بتاتا ہے۔ زندگی کا مفہوم اور حقیقت بتانے والی ہدایتی تعلیم کو اسلام نے ہر مسلمان مرد و زن پر لازمی قرار دیا ہے۔ یہ تعلیم فرج عین ہے۔ تعلیم وتربیت کا حصول اسوۂ نبوی ﷺ کے مطابق کارِ عبادت ہے۔(۶۵)

معلِم انسانیت ﷺ کے فلسفہ تعلیم کی رو سے ''تعلیم'' درحقیقت وہ ہے جو انسان کو ایک رخ دے، ایک سمت اور قبلہ دے، جو انسان کو مقصدِ تخلیق سے آگاہ کرے، مقصد حیات بتائے، انسان کو دنیا میں خلافتِ ارضی کے منصبِ جلیلہ کے فرائض اور تقاضوں کو پورا کرنے کے قابلِ بنائے۔(۶۶)

اس کے برخلاف مغربی تعلیم کا مقصد مادی سہولتیں ہیں، مادی آسائشیں ہیں، مغربی تعلیم کا مقصد خودغرضی ہے، حتیٰ کہ معاشرہ کے مفادات بھی پسِ پشت ڈال دیئے جاتے ہیں، میکالے کے فلسفۂ تعلیم پرمبنی موجودہ نظامِ تعلیم کا مقصد اقبال کے الفاظ میں ''دوکف جو'' کا حصول ہے۔ اس سے شکم کی تسکین تو ہوسکتی ہے مگر دل ودماغ تو بدستور تشنہ رہتے ہیں۔ مغرب کے غلبہ نے اسلامی تعلیم کا مقصد ذہنوں سے مٹایا نہیں تو دھندلا ضرور کردیا ہے۔ اس لیے آج اسلام کے مقصدِ تعلیم کو واضح کرنے کی ضرورت ہے، عام کرنے کی ضرورت ہے۔(۶۷)

بے مقصد اور بے عقیدہ نظامِ تعلیم...... نتائج واثرات: عہدِ جدید میں لبرلزم (Liberlism) اور انفرادیت پسندی Individualism کے علم برداروں نے تعلیمی دنیا میں اس غلط فہمی کو بڑے زوروشور سے رائج کرنے کی کوشش کی ہے کہ تعلیم تہذیبی اقدار اور معیارات خیر

وشر کے سلسلے میں بالکل اسی طرح غیر جانب دار ہو سکتی ہے جس طرح طبیعی علوم۔ اس غلط تصور کی بنا پر تعلیم کو مذہب اور اخلاقی اقدار سے الگ کر دیا گیا اور یہ کہا جانے لگا کہ طالبِ علم کو اپنی صلاحیت کے مطابق نشو ونما پانے کے لیے پوری آزادی ملنی چاہیے اور اس کی فکر یا کردار کو کسی مخصوص سانچے میں ڈھالنے کے لیے کوئی بیرونی دباؤ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ طریقہ تعلیم ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں نہایت مقبول ہوا اور اس نے دوسرے یورپی ممالک میں بھی شہرت حاصل کی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بے عقیدہ تعلیم کے نتائج کسی طرح بھی حوصلہ افزا نہیں ہیں۔ (٦٨) اگر ہم آزاد اور بے عقیدہ تعلیم کے نتائج کا جائزہ لیں تو مندرجہ ذیل چیزیں سامنے آتی ہیں۔

(الف) ''بے عقیدہ'' تعلیم طلبہ میں اجتماعی تصورات پیدا کرنے میں ناکام رہی ہے۔ اور جب کوئی ان اجتماعی تصورات کے شعور سے بے بہرہ ہو جائے جو اسے عمل اور قربانی پر ابھارتے ہیں تو تاریخ پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ جاتی ہے۔ ایسی اقوام جو کسی اجتماعی نظریے کے زندہ شعور سے عاری ہو جائیں اور جنہوں نے کسی اعلیٰ اور برتر نصب العین کے لیے جینا اور مرنا نہ سیکھا ہو وہ تاریخ عالم میں کوئی بڑا کارنامہ تو کیا انجام دیں گی، اپنے وجود تک کو برقرار نہیں رکھ سکتیں۔ تاریخ میں ایسی مثالوں کی کمی نہیں ہے کہ جب کسی قوم نے اپنی منزل کا شعور کھو دیا تو وہ نقش پا کی طرح مٹا دی گئی۔

اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

مرگِ فرد از خشکی زود حیات   مرگِ قوم از ترک مقصودِ حیات

(ب) بے عقیدہ تعلیم نئی نسل کے قلب و روح میں اخلاقی اقدار کو اجاگر کرنے میں ناکام رہتی ہے۔ اس کا تعلق صرف دماغ کے مطالبات سے ہوتا ہے، رُوح کے مطالبات سے یہ بیگانہ وار ہی گزر جاتی ہے۔ دونوں کی نشو ونما دو متضاد سمتوں میں ہوتی ہے جس کا نتیجہ ایک زبردست قومی نقصان کی صورت میں نکلتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علم اس وقت حقیقی دوست اور رہنما کا کام کر سکتا ہے جب اس کا محور دل ہو ورنہ صرف تن پرستی کے چکر ہیں میں یہ انسان کے لیے

سانپ جیسا خطرناک بھی ہوسکتا ہے۔

علم را بر دل زنی یارے بود   علم را بر تن زنی مارے بود

(ج) تعلیم کے بارے میں اسی رُجحان کا نتیجہ لامرکزیت اور علم کی شعبہ جاتی جزو پرستی کی صورت میں نکلا ہے۔ بے عقیدہ تعلیم علم کو ایک ہی محور پر مرتکز یا منظم کرنے میں ناکام رہی ہے۔ طلبہ اپنی زندگی اور اردگرد کی دنیا کو چھوٹی چھوٹی غیر مربوط جزئیات کی شکل میں دیکھتے ہیں۔ وہ علم کی وحدت اور زندگی کی یک رنگی اور مرکزیت کے احساس سے محروم ہی رہ جاتے ہیں۔

(د) اور آخری بات یہ ہے کہ بے عقیدہ تعلیم ایسے افراد پیدا کرتی ہے جو زندگی کے بنیادی، حقیقی، واقعی اور زندہ مسائل پر کوئی عبور نہیں رکھتے۔ عملی زندگی کے بارے میں ان کا علم اس قدر سطحی سا رہ جاتا ہے کہ اس کی کوئی ٹھوس افادیت باقی نہیں رہتی۔ قومی نقطۂ نظر سے بھی یہ تعلیم مفید نتائج حاصل کرنے میں ناکام رہی ہے۔ ڈاکٹر ایڈ یلوٹ نے امریکی تعلیم کے بارے میں کہا ہے:

"مقاصد کے بجائے تکنیک اور ذرائع سے وابستگی ادب، فلسفہ، تاریخ اور مذہب کے مطالعے کو حقیقی آزادی سے محروم کر رہی ہے"۔ (۷۰)

اور واقعہ یہ ہے

امریکی تعلیم پر راک فیلر کی رپورٹ بھی اسی خامی کی نشان دہی کرتی ہے:

"طلبہ اپنی زندگی کا کوئی مقصد و مفہوم چاہتے ہیں۔ اگر ان کا زمانہ، ان کی ثقافت اور جب ان کے رہنما انہیں کوئی عظیم مفہوم، مقاصد و تصورات نہ دیں تو پھر وہ اپنے لیے حقیر اور فرومایہ مقاصد متعین کر لیتے ہیں"۔

سر والٹر موبرلے نے اپنی کتاب "یونیورسٹی میں بحران" میں جو برطانیہ کے تعلیمی حالات کے مطالعے پر مشتمل ہے، لکھا ہے:

"ہم جس الجھن میں گرفتار ہیں وہ یہ ہے کہ ہماری یونیورسٹی میں زیادہ تر طلبہ تعلیم سے

فارغ ہو جاتے ہیں مگر اس کا کوئی موقع نہیں آتا کہ وہ حقیقی اہمیت کے عظیم مسائل پر اپنا ذہن استعمال کریں۔

''ساری تعلیم کے بعد بھی وہ بنیادی طور پر غیر تعلیم یافتہ ہی رہتے ہیں۔

تعلیم کے پس منظر کے مکمل جائزے کے بعد پروفیسر ہیرلڈ ایچ ٹیٹس لکھتے ہیں:

''تعلیم نے اپنے آپ کو ماضی کے روحانی ورثے سے الگ کرلیا ہے مگر اس کا کوئی مناسب متبادل دینے میں ناکام رہی ہے نتیجۂ پڑھے لکھے افراد بھی ایقان وایمان سے، زندگی کی اقدار کے صحیح احساس، اور دنیا کے بارے میں کسی ناقابل شکست ہمہ گیر نقطۂ نظر سے عاری ہیں''۔

ان خیالات سے پتہ چلتا ہے کہ مغرب میں بھی بے عقیدہ اور غیر جانبدارانہ تعلیم کا نظریہ دم توڑ رہا ہے اور مغرب کے اکثر ماہرین تعلیم اور علمائے عمرانیات یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ تہذیب وتمدن کی ترقی اور ثقافت کے تحفظ کی راہ میں یہ نظریہ کس قدر نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔

مثالی نظامِ تعلیم کے اسلامی تصورات (۱) تصورِ علم: اسلام نے جو تصورِ علم اور نظامِ تعلیم کا فلسفہ دیا ہے اس میں سب سے بنیادی چیز یہ ہے کہ علم کا سرچشمہ ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ علم اشیاء اسی کا دیا ہوا ہے اور انسان کی ہدایت کا علم بھی اسی کی طرف سے ہے۔ حواس اور عقل وتجربہ بڑے اہم ذرائع ہیں لیکن وحی سب سے اعلیٰ ذریعہ علم ہے۔ نیز یہ کہ علم کا تعلق محض لوازمات حیات ہی سے نہیں، مقاصدِ حیات سے بھی ہے اور اوّل الذکر کو ثانی الذکر کے تابع ہونا چاہیے۔ یہی وہ تصور ہے جس سے ہمارے نظامِ تعلیم کا پورا مزاج بنتا ہے۔

اسلام نے علم کا جو تصور دیا ہے اس میں علم اور تربیت دونوں کو یکساں اہمیت دی گئی ہے اور ایک کو دوسرے سے جُدا نہیں کیا جاسکتا۔ تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ نفس دونوں کو ساتھ ساتھ انجام دینا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے مخصوص نظام تعلیم میں تعلیم اور سیرت سازی ایک ہی حقیقت کے دو پہلو رہے ہیں اور اس کا اظہار علم وفضل کی اصطلاح سے بھی ہوتا ہے جو علم اور نیکی اور اخلاقِ حسنہ میں بڑے ہوئے ہونے کے مفہوم کو ادا کرتی ہے۔

(ب) مقصد تعلیم: تعلیم بجائے خود منزل نہیں، منزل کے حصول کے لیے ایک ذریعہ ہے۔ حقیقی منزل ان لوگوں کا نظریہ حیات اور تمدن و ثقافت ہے جن کی خدمت اسے کرنی ہے۔ اے۔ این۔ وایٹ ہیڈ نے یہ کہہ کر زور دیا ہے کہ: ''تعلیم کی روح یہ ہے کہ وہ مذہبی ہو''۔

اقبال کا خیال بھی یہی تھا کہ اسلام ہماری زندگی اور تعلیم کا مقصد ہونا چاہیے۔

اُنہوں نے خواجہ غلام السیدین کو ایک خط میں لکھا تھا:

''علم سے میری مراد وہ علم ہے جس کا دارومدار حواس پر ہو۔ عام طور پر میں نے علم کا لفظ انہی معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اس علم سے وہ طبعی قوت ہاتھ آئی ہے جس کو دین کے ماتحت رہنا چاہیے، اگر یہ دین کے تحت نہ رہے تو محض شیطنت ہے۔ مسلمان کے لیے لازم ہے کہ علم کو مسلمان کرے۔

بولہب را حیدر کرار کن، اگر یہ بولہب حیدر کرار بن جائے یا یوں کہیے کہ اس کی قوت دین کے تابع ہو جائے تو نوع انسان کے لیے سراپا رحمت ہے''۔(۷۱)

پس تعلیم کا اولین مقصد یہ ہونا چاہیے کہ طلبہ میں ان کے مذہب اور نظریہ حیات کی تفہیم و آگہی پیدا کرے۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ زندگی کا مفہوم اور مقصد، دنیا میں انسان کی حیثیت، توحید، رسالت، آخرت اور انفرادی اور ایک مسلمان کے فرائض اور اس کا مشن انہیں سمجھا جائے۔ انہیں بتایا جانا چاہیے کہ وہ کس طرح اعلیٰ مقاصد کے لیے دنیا کی تمام قوتوں کو استعمال کریں۔ تعلیم کو ایسے افراد پیدا کرنے چاہئیں جو انفرادی اور اجتماعی زندگی کے بارے میں اسلامی نظریات پر بھر پور یقین کے حامل ہوں۔ اور اسے ان کے اندر ایک ایسا اسلامی نقطہ نظر پیدا کرنا چاہیے کہ وہ زندگی کے ہر میدان میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنا راستہ خود بنا سکیں۔

اسلامی ریاست میں نظام تعلیم کی اہمیت: دورِ نبویؐ میں نظامِ تعلیم، تعلیمات نبویؐ میں حصول و ابلاغ علم کی فضیلت اور معلّمِ انسانیت ﷺ کے فرمان ''طلب العلم فریضۃ'' کے بعد یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ایک حقیقی اسلامی ریاست میں جہاں زندگی کے ہر دائرہ میں اسلام کی

دی ہوئی ہدایات کی روشنی میں عمل ہو رہا ہو، نظامِ تعلیم کی غیر معمولی اہمیت بآسانی سمجھی جا سکتی ہے۔ اسلامی ریاست نظریاتی ریاست ہوتی ہے۔ اسلامی نظریۂ حیات اس کی تمام اجتماعی سرگرمیوں اور شہریوں کی انفرادی زندگی میں جاری وساری ہوتا ہے۔ اس ریاست کا اسلامی تشخص برقرار رکھنے کے لیے سیرت وکردار کے لحاظ سے اس کے افرادِ کار کو اسلامی طرزِ حیات کا نمونہ بنانے میں سب سے بڑا اور موثر حصہ نظامِ تعلیم کا ہوگا۔ اس ریاست کو اجتماعی زندگی کے ہر میدان کے لیے ایسے ماہرین مسلسل درکار ہوں گے جو اس کو اسلام کے حقیقی تصورات کے مطابق چلاتے رہیں۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب ایک ایسا نظامِ تعلیم موجود ہو جس میں اسلامی ریاست کی تمام ضروریات کے لیے افراد کار تیار کرنے کے لیے تعلیمی ادارے کام کر رہے ہوں۔ عمرانیات، معاشیات، قانون، طلب، انجینئر ی، انتظامِ حکومت اور تجارت کے دائروں میں ہر سطح کے تربیت یافتہ افراد فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ سائنس، فنون اور اسلام کے تمام علوم میں اعلیٰ پایہ کے محققین کی ضرورت نظامِ تعلیم ہی پورا کرے گا۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی ریاست میں نظامِ تعلیم ہی اسلامی ریاست کو اسلامی ریاست بنانے اور رکھنے کا ضامن ہوگا۔ خدا اور رسول ﷺ کے فرمودات، اپنی تاریخی روایات اور دورِ جدید کے تقاضوں کے بموجب تعلیم کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہوگی۔ اس کے لیے وسائل فراہم کیے جائیں گے، تاکہ انسان بہترین اور اعلیٰ ترین صورت اختیار کریں۔ ہر شخص کو تعلیم مہیا ہوگی اور یہ تعلیم ہی اس کو اسلامی معاشرہ کا حقیقی فرد بنائے گی۔ یہ نظامِ تعلیم ہی ہوگا جو اسلامی ریاست کو دنیا کی نام نہاد ترقی یافتہ قوموں سے زیادہ ترقی کی طرف لے جائے گا۔ لیکن ایسی حقیقی ترقی کی طرف جو اپنے شہریوں کے لیے نہ صرف دنیا میں بلکہ روزِ آخرت بھی فلاح کا باعث ہو کہ آخرت کی فوزِ عظیم ہی انسان کا اصل مقصد ہے۔

نظامِ تعلیم کی اس اہمیت کا یہ تقاضا ضرور ہے کہ اسلامی ریاست اس سلسلے میں اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے۔ (۷۲)

اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ ابن حزم ''الاحکام فی اصول الاحکام'' میں رقم طراز ہیں!

''حاکم وقت پر بقدرِ نصاب وسائلِ تعلیم کی فراوانی ضروری ہے، مرد، عورت، آزاد، غلام کسی کو بھی اس فرض سے گریز کا موقع نہیں دیا جا سکتا۔ خلیفۂ وقت پر فرض ہے کہ وہ لوگوں کو تحصیل علم کا پابند کرے''(۷۳)

پاکستان کے لیے مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل اور تعلیمات نبوی ﷺ تاریخ برصغیر کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اٹھارویں اور انیسویں صدی کے آغاز تک یہاں تقریباً ہمہ گیر خواندگی (Universal Literacy) تھی، غیر مسلم محققین اور مصنفین بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں، وہ اس اعتراف پر مجبور نظر آتے ہیں کہ یہاں کوئی دیہات، کوئی خطہ ایسا نہیں ملا جہاں مدرسہ اور تعلیمی ادارہ نہ ہو، جہاں تعلیم کا اہتمام نہ ہو، یونیورسل لٹریسی مسلم معاشرے کا ہمیشہ شعار رہا (۷۴) سامراجی دور میں پہلا کام یہ ہوا کہ اس تعلیم کے تاریخی اور روایتی نظام کو تباہ کیا گیا، پہلا کام تعلیم سے بے بہرہ کرنا اور دوسرا کام تھا غلط تعلیم، ایک طرف وہ قوم جس نے اعلیٰ معیار تعلیم قائم کیا تھا، اسے جاہل بنایا گیا، اور پھر اس میں ایک طبقے کو ایسی تعلیم دی گئی جس کے نتیجے کے طور پر اس نے اپنی خودی کو بیچ کر دوسروں کی چاکری میں اپنی معراج سمجھی، اس نظامِ تعلیم کا مقصد یہ تھا کہ برصغیر کے مسلمان اپنی دینی اور ملی اقدار کو فراموش کر کے مثالی نظریۂ حیات سے دور ہو جائیں۔(۷۵۔الف)

نظریۂ پاکستان: فروغ علم اور نظام تعلیم کی تشکیل: نظریۂ پاکستان حکومت کے دو اہم فرائض مقرر کرتا ہے۔ پہلا یہ کہ تعلیم پاکستان کے تمام شہریوں کی رسائی میں ہوگی۔ دوسرا یہ کہ ان کو ایسے مہذب افراد کے طور پر تیار کرے گی جو اسلام کے مقصد کے ساتھ مخلص ہوں۔ یہ فرائض قرآنی تعلیمات سے مطابقت رکھتے ہیں، جو تعلیم کو فرد کا حق قرار دیتا ہے۔(۷۵۔ب)

پاکستانی معاشرے کا نظریۂ حیات اسلام ہے۔ تاہم دوصد سالہ غلامی کے دور میں نظام

حیات، اس نظریہ کے مطابق برقرار نہ رہ سکا، اور معاشرے کی ہموار نشوونما میں رخنہ پڑ گیا۔ پاکستان کو وجود میں لانے کی جدوجہد اسی لیے ناگزیر تھی کہ اس خطۂ زمین میں مسلمان اپنے نظریۂ حیات کے مطابق ایک نظام حیات وجود میں لاسکیں اور جب تک پاکستانی اس مقصد کو حاصل نہیں کر لیتے وہ کوئی قومی تشخص حاصل نہیں کر سکتے۔(۷۶۔الف)

چنانچہ اگر نظریۂ پاکستان کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے نظام تعلیم کی صورت گری کی جاتی اور مؤثر اقدامات کیے جاتے تو آج وہ برگ و بار لا چکے ہوتے اور ہم ایک شائستہ اور متحد قوم کی حیثیت سے اپنی متعین منزل کی طرف رواں دواں ہوتے۔

جس کے لیے اسلام کو پوری نیک نیتی سے تعلیم کی روح رواں قرار دیا جاتا۔اس کے نتیجے میں یہ دو کام اس وقت بہت آسانی کے ساتھ انجام پاسکتے تھے۔

(الف) اول تا آخر تمام نصابات نظریاتی اور قومی ضروریات کے مطابق مدون کیے جاتے۔جس کے نتیجے میں فنون اور سائنس کے تمام علوم کا حصول طلبہ کو بہتر مسلمان بناتا، تشکیک پیدا نہ کرتا۔تعلیمی نصاب وحدت قومی کا جذبہ پروان چڑھاتے،صوبائی تعصب نہ پھیلاتے۔

(ب) تعلیمی اداروں کے ماحول کی طرف خصوصی توجہ دی جاتی۔ زائد از نصابی سرگرمیوں، روزمرہ تقاریب، سالانہ فنکشن، قومی دنوں پر جلسے، ڈرامے اور دیگر تفریحی پروگرام اخلاق بگاڑنے کے بجائے اخلاق سنوارتے۔ایسی اچھی روایات کی داغ بیل ڈال دی جاتی کہ مغرب کی بھونڈی نقالی اور محض اسفل جذبات کی تسکین کے پروگرام کی طرف طلبہ کی طبیعت خود ہی مائل نہ ہوتی۔(۷۶۔ب)

لہٰذا یہ توقع فطری اور قدرتی تھی کہ پاکستان کا معاشرتی اور تعلیمی نظام، اسلامی نظریہ حیات کے عین مطابق ہو لیکن اکسٹھ سال گزر جانے کے باوجود ایسا نہ ہوسکا۔تعلیم کو اسلامیانے کا ذکر تو ہوتا رہا لیکن اس سمت میں ٹھوس عملی اقدامات کبھی نہ کیے جاسکے۔قیام پاکستان سے اب تک تعلیمی حکمت عملی اور تعلیمی نظام وضع کرنے کی کئی قابل ذکر کوششیں کی گئیں۔ اور سب پالیسیوں

میں کسی نہ کسی طور، تعلیم اور اسلام کے ارتباط کا تذکرہ بھی کیا گیا، لیکن ان تصورات کو کبھی کلی طور پر عملی رُوپ نہیں دیا گیا، یا نہیں دیا جا سکا۔ پاکستان کی تاریخ تعلیم پر ایک نظر ڈالنے سے یہ تاثر ملتا ہے کہ پالیسیوں کی تشکیل سطح پر تو تعلیم کو اسلامیانے کے لیے، تعداد، مقدار اور شدت کے فرق کے ساتھ، تجاویز اور سفارشات موجود ہیں لیکن ان پالیسیوں کو بوجوہ کسی ٹھوس اور باقاعدہ عملی پروگرام میں تبدیل کرنے کا مرحلہ اس ملک میں کبھی نہیں آیا۔ (۷۷)

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مثالی نظام تعلیم کی تشکیل کے لیے قیام پاکستان سے تاحال کیے گئے اقدامات ایک جائزہ

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل کے لیے ملک کی تعلیم تاریخ میں حکومتی سطح متعدد بار اقدامات کیے گئے، تجاویز طلب کی گئیں، سیمینارز منعقد ہوئے، تاہم نتائج لا حاصل رہے، اس حوالے سے اب تک کی گئی کوششوں اور اقدامات کا ایک مختصر جائزہ پیش خدمت ہے۔

نومبر ۱۹۴۷، ۴، ۵ دسمبر ۱۹۵۱ء، (شش سالہ تعلیمی منصوبہ) ۱۹۵۶ء، (پنج سالہ تعلیمی منصوبہ) ۲۶ مئی ۱۹۵۵ء (نظام تعلیم میں اصلاحات)، ۳ جنوری ۱۹۵۷ (تعلیمی اصلاحات کا کمیشن)، ۱۹۵۹ء، (قومی تعلیمی کمیشن)، ۱۹۶۹ء (اصلاحی تدابیر) ۱۹۷۲ء (نئی تعلیمی پالیسی)، اکتوبر ۱۹۷۷ء، قومی تعلیمی کونسل تشکیل اور نظام تعلیم کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا عزم) ۱۹۸۳ء تا ۱۹۸۸ء پنج سالہ تعلیم کا ایکشن پلان) ۱۹۹۸ء تا ۲۰۱۰ قومی تعلیمی پالیسی مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل کے حوالے سے قابلِ ذکر ہیں۔ (۷۸)

۱۹۴۷ء کی تعلیمی کانفرنس کی روداد اور چھٹے پنج سالہ منصوبے کے مقالے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں رخ درست تھا، اور منزل کا شعور بھی تھا، کانفرنس نے اسلام کا تعلیمی نظریہ تسلیم کیا اور پورے نظامِ تعلیم میں اسلامی نظریہ حیات کو جاری کرنے کے لیے اقدامات تجویز کرنے کی قرارداد منظور کی، چھ سالہ تعلیمی منصوبے کی ابتدائی بحث میں کہا گیا!

''رائج نظام تعلیم ہر طرح سے ناقص عوام کی خواہشات کے برعکس ہے۔

ہماری اساس قرار داد مقاصد ہے، تعلیم خلا میں نہیں دی جا سکتی، اسے مثالی نظریاتی انقلاب کا ذریعہ بننا چاہے، جس کے لیے پاکستان قائم ہوا۔

تعلیم کا مقصد انسان کو اس کی اصل حیثیت یعنی خلیفۃ اللہ کے فرائض ادا کرنے کے لیے تیار کرنا ہونا چاہیے، تا کہ وہ حدود الٰہی کے اندر رہ کر تسخیر کائنات کر سکے اور اسے اپنے اعمال کی جواب دہی کا احساس ہو، (۷۹)

پہلی پاکستان تعلیمی کانفرنس ۱۹۴۷ء اور مثالی نظام تعلیم کی تشکیل: قیام پاکستان کے فوراً بعد (۲۷ نومبر تا یکم دسمبر ۱۹۴۷ء) منعقد ہونے والی تعلیمی کانفرنس، پاکستان کے نظام تعلیم کی بنیاد بنی۔ اس اساس پر مستقبل کی تعلیمی پالیسیوں کی عمارت اٹھائی گئی۔ اس کانفرنس کا اہم مقصد، نظریاتی مملکت، پاکستان کے لیے ایک ایسا نظام تعلیم تجویز کرنا تھا جو اسلامی نظریہ حیات سے ہم آہنگ ہو اور نئی مملکت کی ضروریات کو پورا کر سکے۔ یہ کانفرنس قائداعظم کے اعلان (۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء) کی عملی تفسیر تھی، جس میں انہوں نے فرمایا تھا:

''پاکستان جس کے لیے ہم گزشتہ دس سال سے جدوجہد کر رہے تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ آج ایک مسلمہ حقیقت ہے لیکن اپنے لیے ایک مملکت قائم کرنا ہی ہمارا مقصود نہیں تھا بلکہ یہ حصول مقصد کا محض ایک ذریعہ تھا۔ خیال یہ تھا کہ ہم ایک ایسی مملکت کے مالک ہوں، جہاں ہم اپنی روایات اور تمدنی خصوصیات کے مطابق ترقی کر سکیں اور جہاں اسلام کے عدل و مساوات کے اصولوں کو آزادی سے بر سر عمل آنے کا موقع حاصل ہو''۔ (۸۰)

پاکستان تعلیمی کانفرنس ۱۹۴۷ء ملک میں تعلیمی نظام کی تشکیل جدید کے حوالے سے اب تک ہونے والی تمام تعلیمی پالیسیوں کا نقطہ آغاز اور اساس ہے، یہ اور اس کے بعد تمام تعلیمی پالیسیوں کے مطالعے سے درج ذیل مشترکہ نتائج و ثمرات سامنے آتے ہیں۔

(أ) پاکستان نظریاتی طور پر اسلام سے گہری وابستگی اور مناسبت رکھتا ہے، لہٰذا

پاکستان کے تعلیمی نظام کو بھی اسلامی ہونا چاہیے۔

(۲) تعلیم کو اسلامیانے کا حقیقی مقصد یہ ہونا چاہیے کہ اس کے ذریعے طلبہ کے قلب و ذہن میں روحانی اور اخلاقی اقدار کو راسخ کیا جائے۔

(۳) تعلیمی نظام کو اسلامی روایات اور تہذیبی ورثے کا آئینہ دار ہونے کے ساتھ ساتھ سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں بھی ترقی کا حامل ہونا چاہیے۔

(۴) تعلیمی نظام امتِ مسلمہ میں باہمی تعاون، محبت، ہمدردی کے جذبات ابھارنے کا موثر ذریعہ ہو۔(۸۱)

پاکستان میں مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل.........تجاویز اور سفارشات

(۱) تعلیماتِ نبوی امیں حصول علم کی فرضیت کے پیش نظر ابتدائی تعلیم کو نظریاتی مملکت پاکستان کے ہر بچے کے لیے جبری طور پر (قانوناً) لازمی کردیا جائے۔(۸۲)

(۲) تعلیم بالغاں کا مناسب نصاب بنا کر اسے عام کیا جائے تا کہ جہالت کی تباہیوں سے پاکستان اور نظریہ پاکستان کو محفوظ رکھا جاسکے۔

(۳) ملک میں بنیادی طور پر ایک ہی نظام تعلیم ہو۔ طبقاتی تفریق ختم کرنے کے لیے سب بچوں کو ایک ہی نوعیت کے تعلیمی اداروں میں پڑھایا جائے، نیز حصول علم کی بنیاد عدل اجتماعی پر ہو۔

(۴) طالبات کے لیے بہت بڑے پیمانے پر ہر سطح کے الگ ادارے قائم کیے جائیں۔

(۵) تعلیم کو حقیقی اہمیت دے کر اس پر بہت بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری کی جائے۔ تعلیم کو اسلامیانے کے سلسلے میں صحیح ترجیحات اور اعلیٰ منصوبہ بندی کو پیش نظر رکھا جائے تا کہ جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ نظریاتی سرحدوں کی بھی حفاظت کا اہتمام ہو۔

(۶) مدرسے کی تعلیم اور ذرائع ابلاغ کی غیر رسمی تعلیم میں مکمل ہم آہنگی ہو۔

(۷) اسلامائیزیشن کا عمل معاشرے اور مدرسے دونوں میں جاری وساری ہو۔

(۸) علوم کی تدوین نو اور نصاب کی از سر نو تشکیل، اسلام اور نظریہ پاکستان کی روشنی میں ہر سطح اور ہر درجے میں ہو۔

(۹) اساتذہ کے انتخاب، تقرر، تربیت، جائزہ، ترقی سب کی بنیاد پیشہ ورانہ مہارت اور اسلامی کردار ہو۔

(۱۰) مروجہ نظام تعلیم کو بتدریج اسلامی قالب میں ڈھالا جائے۔

(۱۱) درسگاہ کی فضا پر اسلامی رنگ غالب ہو۔ درس وتدریس، ہم نصابی سرگرمیاں، تقاریب سب اسلام اور نظریہ پاکستان کی عکاس ہوں۔''

مسلم دنیا میں مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل کے لیے پہلی ''ورلڈ مسلم ایجوکیشن کانفرنس'' شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی کے زیر اہتمام مکہ مکرمہ میں ۱۲ تا ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ مطابق ۳۱ مارچ تا ۱۸ اپریل ۱۹۷۷ء کو منعقد ہوئی، اس عالمی ایجوکیشن کانفرنس میں مسلم دنیا کے ۴۰ ممالک کے ۳۱۳ اہل علم اور ماہرین تعلیم شریک ہوئے اور ۱۵۰ مقالات پیش کیے گئے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان نے بھی اس عالمی کانفرنس میں شرکت کی، پاکستان کے لیے تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل کے لیے اس کانفرنس کی تجاویز اور سفارشات کو بھی راہِ عمل بنایا جاسکتا ہے، تاکہ، حصولِ پاکستان اور نظریۂ پاکستان کے حقیقی مقاصد پورے ہوسکیں۔ ذیل میں مختصراً اس عالمی کانفرنس کی عمومی سفارشات تصورات اور اہداف کا ذکر کیا جاتا ہے۔

عمومی سفارشات: متعدد اجلاسوں کے دوران بحث اس نکتے پر مرکوز رہی کہ وہ بنیاد کیا ہے: جس پر مثالی نظامِ تعلیم کو استوار کیا جائے، جو اساسی طور پر اسلام سے ماخوذ ہو، تعلیمات نبویؐ کا ترجمان ہو، اور اسلام کے تصورات اور رجحانات سے کامل مطابقت رکھتا ہو۔

ان افکار اور رجحانات کو متعین کیا، جو اسلامی نظامِ تعلیم کی تشکیل کرتے ہیں۔

اس احساس کے تحت کہ قوموں کی زندگی میں تعلیم کو بہت اہمیت حاصل ہے۔

وحدتِ امت کے شعور کے ساتھ مسلمان علماء، مفکرین، اوران تمام افراد پر جو تعلیم کے میدان میں مصروف عمل ہیں، جو ملی مقاصد کے حصول میں کوشاں، جو کامل اتباع دین کے داعی ہیں، جن کا ایمان ہے کہ زندگی کے تمام پہلوؤں میں شریعت کا عمل جاری رہنا چاہیے، عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

اس اعتراف کے ساتھ کہ بیشتر اسلامی ممالک میں تعلیم وتربیت کے موجودہ حالت، اسلام کے مثالی نمونے کے مطابق نہیں ہیں۔ اس لیے نئی نسلوں کی تربیت افکار واعمال میں یہ ادارے صحیح کردارادانہیں کررہے ہیں۔

اور یہ بات کہ بحالت موجودہ، عالم اسلام میں رائج نظام تعلیم میں دوئی پیدا ہوگئی ہے۔ ایک طرف مذہبی تعلیم ہے، جو دنیوی علوم سے بالکل عاری ہے۔ دوسری طرف دنیوی تعلیم ہے، جو دینی علوم سے بالکل بے تعلق ہے۔ اس قسم کی تفریق اسلامی تصورِ تعلیم کی عین ضد ہے۔ اس کی وجہ سے کسی ایک نظام تعلیم کے تعلیم یافتہ اشخاص اس قابل نہیں کہ وہ اسلام کے جامع اور مربوط تصور زندگی کو پیش کرسکیں۔

آخر میں اس حقیقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ معاندِ دین اور بے دین تصورات اور نظریات جدید نظام تعلیم میں دخیل ہو چکے ہیں.....اور یہ عمل ہنوز جاری ہے۔

ان تمام حقائق اور امور کے پیش نظر، تصورات اور رجحانات سے متعلق ذیل کی عمومی سفارشات پیش کی گئیں:

تصورات اور اہداف: تعلیم کا اسلامی ہدف ''صالح انسان کی تشکیل'' ہے۔ ایسا انسان جو صحیح طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہو، جو شریعت کی ہدایات کے مطابق تمدن کو فروغ دیتا ہو اور جو اسلامی نظریہ کے فروغ کے لیے دنیا کی قوتوں کو استعمال میں لاتا ہو۔ تعلیم میں دو حقیقتوں کا حصول ضروری ہے۔ پہلی حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے رب کو پہچانے، اس کی عبادت کرے، اس کی وحدانیت پر اعتقاد رکھے، شرعی احکام کی پیروی کرے اور دوسری حقیقت یہ ہے کہ وہ کائنات میں

جاری وساری سنت اللہ کو پہچانے ۔تا کہ ان کے ذریعے تمدن کے فروغ اور دنیا میں زندگی گزارنے کی عبادت ادا کر سکے۔کائنات کی طبعی قوتوں کو مسخر کر کے ایمان وعقیدہ کے ساتھ زمین پر غلبہ اور قوت حاصل کرنے میں استعمال کرے۔اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق:

"هو انشأكم من الارض و استعمركم فيها". (سورۂ هود: 61)

وہی ہے جس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور پھر یہاں تم کو بسایا ہے۔

اس طرح علوم شریعت اور علوم دنیا۔ یعنی طب، ہندسہ (انجینئری) ریاضیات، تدریسیات،نفسیات،عمرانیات وغیرہ سب ایک ہو جاتے ہیں،تمام علوم اسلامی ہیں، جب تک کہ وہ اسلام کے تصورات کے مطابق رہتے ہیں۔عام مسلمانوں کے لیے بھی یہ ایک درجہ میں مطلوب ہیں۔اسلامی تصور کے مطابق کسی علم پر کوئی قید اور بندش نہیں ہے،خواہ وہ نظری ہو، تجرباتی ہو یا اطلاقی ہو، بشرط یہ کہ ایک طرف وہ مقاصد اور غایات سے وابستہ رہیں اور دوسری طرف عملی نتائج سے بھی مربوط ہوں۔

تمام نظام ہائے تعلیم اپنے اندر ایک خاص فلسفہ پنہاں رکھتے ہیں، جو ایک مخصوص تصورِ حیات سے پھوٹتا ہے۔اس لیے کسی نظام تعلیم کو اس کے فلسفہ سے جدا کرنا ممکن نہیں۔اس لیے یہ امر جائز نہیں ہے کہ کوئی ایسا فلسفہ تعلیم یا کوئی ایسی حکمتِ تعلیم اختیار کی جائے، جو مخالفِ اسلام تصورات پر مبنی ہو۔موجودہ صورتِ حال یہ ہے کہ ایسے تصورات اختیار کر لیے گئے ہیں، جو اسلامی تصورات سے متصادم ہیں۔

اسلامی نظریہ حیات کا اپنا فلسفہ تعلیم ہے۔ جو منفرد اور ممتاز ہے۔ضروری ہے کہ اسلام کا نظام تعلیم اسی تصور کی بنیاد پر پروان چڑھے۔(۸۳)

خلاصۂ بحث: ''علم اور تعلیم'' تخلیق آدم کا بنیادی سبب، بنی نوع آدم کے شرف وتکریم اور دیگر مخلوق پر عزت وعظمت کی بنیادی وجہ ہے۔ ہادی عالم، پیغمبر آخر واعظم حضرت محمد ﷺ کو ''معلم انسانیت ﷺ'' بنا کر مبعوث فرمایا گیا۔آپؐ کی سیرت وسنت کو لائق تقلید واتباع قرار دیا گیا آپؐ

کے اسوۂ حسنہ کو اسلامی نظریۂ حیات کی اساس قرار دے کر رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے صلاح وفلاح کا ذریعہ اور کامیابی ونجات کا مدراستہ قرار دیا گیا۔

پیغمبر آخر و اعظم ﷺ پر سب سے پہلی وحی ''اقرأ'' کے انقلاب انگیز لفظ سے نازل ہوئی، اقرأ کے علمی فیضان اور معلّم انسانیت ﷺ کے برپا کردہ تعلیمی انقلاب نے مشرق ومغرب، شمال وجنوب دنیا کے ہر گوشے کو علم وادب، مثالی تہذیب وتمدن اور مثالی ضابطہ حیات سے متعارف کرایا، علم کے نور سے منور کیا اور زندگی کے ہر شعبے میں راہ نمائی کا سامان فراہم کیا۔ اقبالؒ نے اسی روح اور انقلاب سے متاثر ہونے کی بناء پر کہا ''لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب''۔ آپؐ پر نازل ہونے والی آخری اور ابدی الہامی کتاب ''القرآن'' جو ایک مکمل ضابطۂ حیات اور ابدی پیغامِ ہدایت کا درجہ رکھتی ہے، اس کا آغاز ''ذٰلک الکتاب'' کے انقلاب انگیز کلمات سے ہوا۔ معلّم انسانیت ﷺ نے حصولِ علم، فروغِ اور ابلاغِ علم کو ایک مقدس دینی اور ملی فریضہ قرار دیا۔ علم، تہذیب، تعلیم، تزکیہ وتربیتِ نفوس کے مثالی اور ہمہ گیر انقلاب کا آغاز اسلامی نظریۂ حیات کے تحت رونما ہونے اور تشکیل پانے والی ریاست مدینہ سے ۱ھ سے ہوا۔ اسی مثالی نظریۂ حیات کے تحت جسے نظریۂ پاکستان کا نام دیا گیا یہ مثالی مملکت ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے نام سے قائم ہوئی۔

اس عہد کے ساتھ کہ زندگی کے ہر شعبے اور بندگی کے ہر گوشے میں تعلیمات نبوی ﷺ سے راہ نمائی لی جائے گی۔ چناں چہ قیام پاکستان کے بعد ہی نومبر ۱۹۴۷ء کو پہلی تعلیمی کانفرنس ہوئی اور مثالی نظام تعلیم کی ضرورت واہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اس کے عملی نفاد پر زور دیا گیا۔ تاہم یہ بھی افسوس ناک امر ہے کہ ہم تا حال ایک دینی نظریہ کے تحت قائم ہونے والی اسلامی ریاست میں مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل میں ناکام رہے اور اب تک اس کی ضرورت واہمیت کو محسوس کیا جارہا ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل کے لیے ریاست مدینہ میں قائم ہونے والی مثالی درس گاہ صفہ، معلّم انسانیت ﷺ کے ہمہ گیر تعلیمی انقلاب اور مثالی نظام تعلیم ہی

سے راہ نمائی حاصل کی جاسکتی ہے کیوں کہ یہی وہ تعلیم، نظام تعلیم اور مثالی تہذیب وتمدن کا ہمہ گیر انقلاب تھا جس سے دنیا میں تعلیم وتحقیق اور تہذیب وتمدن کا انقلاب رونما ہوا۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف اپنوں اور غیروں سب نے کیا ہے۔

معلّم انسانیت ﷺ نے مثالی نظام تعلیم کی تشکیل کی اساس حصولِ علم کو فریضہ قرار دے کر کیا۔ آپؐ نے نظامِ تعلیم کی تشکیل کے لیے راہ نما اصول وضع کیے۔ علم وحکمت کو مومن کا گم کردہ خزینہ اور میراث قرار دیا۔ آپؐ کی حیات طیبہ اور اسوۂ حسنہ کا ہر شعبہ امّتِ مسلمہ اور عالمِ انسانیت کے لیے لائق تقلید ہے، تعلیمات نبویؐ اسوۂ رسول ہی ہمارے نظامِ زندگی اور شعبۂ حیات کی اساس اور بنیاد ہے۔ اسی میں ہماری کامیابی اور فلاح کا راز مضمر ہے۔ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

تعلیمات نبوی ﷺ اور اسوۂ رسول ﷺ سے انحراف ہر شعبۂ زندگی میں ہماری ناکامی ونامرادی کی بنیادی وجہ ہے کہ

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

پاکستان ایک اسلامی اور نظریاتی مملکت ہے، قرآن اور تعلیمات نبوی ﷺ اس کی اساس اور بنیاد ہیں۔ لہٰذا پاکستان کے لیے مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل معلّمِ انسانیت ﷺ کے فلسفۂ ونظریۂ تعلیم اور آپؐ کے مثالی دور کے نظام تعلیم پر ہی ممکن ہے۔ مملکت میں تعلیم کے فروغ، علم کو عام کرنے، خواندگی کی شرح کو بڑھانے اور بامقصد تعلیم کے فروغ کے لیے معلّم انسانیت ﷺ کے اسوۂ تعلیم اور نظام وفلسفہ تعلیم کو راہِ عمل بنایا جائے کہ یہی انسانیت کے لیے نمونۂ عمل اور ابدی راہِ نجات ہے۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) البقرہ/آیت ۳۰

(۲) البقرہ/آیت ۳۱

(۳) بنی اسرائیل/آیت ۷۰

(۴) البقرہ/ آیت ۲۴۷ نیز دیکھئے ندوی، سید ابوالحسن علی/ انسانی علوم کے میدان میں اسلام کی انقلابی وتعمیری کردار کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۸، صفحہ ۵۸

(۵) Will Durant, The Story of Civilization, London, Vol, ii, Page, 256

(۶) سورۃ الحدید/ آیت ۷، علامہ ابن حزم اندلسی ''کتاب الاحکام'' میں نصابِ تعلیم کی تجدید کے بعد رقم طراز ہیں: ''حاکم وقت پر بقدر نصاب وسائل تعلیم کی فراوانی لازم ہے، مرد، عورت، آزاد، غلام کسی کو بھی اس حق سے گریز کا موقع نہیں دیا جاسکتا، خلیفۂ وقت پر فرض ہے کہ وہ لوگوں کو تحصیل علم کا پابند کرے، دیکھئے: الاحکام فی اصول الاحکام، مصر، مطبعۃ السعادہ، ۱۳۷۴ھ ۵/ ۶۹۱، ۶۹۲

(۷) ابن ماجہ/ السنن، قاہرہ، مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۹۵۳ء، ۱/ ۸۱ (باب فضل العلماء)

(۸) الزمر/ ۹

(۹) آلِ عمران/ ۱۸

(۱۰) المجادلہ/ ۱۱

(۱۱) فاطر/ ۲۸

(۱۲) ابن ماجہ ۱/ ۸۱، نیز دیکھئے! قریشی، ڈاکٹر اشتیاق حسین/ اسلامی نظریۂ حیات، کراچی، جامعہ کراچی، ۱۳۸۲ھ، صفحہ ۴۲۰،

(۱۳) G. Lindsay Johnson/the tow World, 1940, P:159

(۱۴) احمد بن حنبل، امام/ المسند، مصر، دارالمعارف، ۱۹۳۶، ۱۲/ ۱۸۰

(۱۵) ترمذی، محمد بن عیسیٰ، امام/ الجامع الصحیح، مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۹۵۴، ۵/ ۴۸ ابن عبدالبر/ جامع بیان العلم وفضلہ، مدینہ منورہ، المکتبۃ العلمیہ ۱/ ۲۶

(۱۶) ترمذی/ الجامع ۵/ ۲۹ (باب فضل طلب العلم)

(۱۷) ابن ماجہ/ السنن ،قاہرہ، مصطفیٰ البابی الحلبی ،۱۹۵۳ ۱/ ۸۱

(۱۸) ابن ماجہ ۱/ ۸۱ ترمذی/ ۵/ ۴۸، ۴۹

(۱۹) مسلم/ الجامع الصحیح ، بیروت، دارالمعارف ۷/ ۱۰۳

(۲۰) احمد بن حنبل/ المسند ۶ / ۱۷۸

(۲۱) ہیثمی/ مجمع الزوائد بیروت، دارالمعارف، ۱۹۸۶، ۱/ ۱۲۲

(۲۲) ابنِ ماجہ/ السنن ۱/ ۸۳، الدارمی/ السنن ، حیدرآباد دکن، دائرہ معارف عثمانیہ، ۱/ ۵۴، خطیب بغدادی/ الفقیہ والمتفقہ ، بیروت، دارصادر، صفحہ ۱۱، ابوغدہ، الشیخ عبدالفتاح/ الرّسول المعلم واسالیبہ فی التعلیم، کراچی، المکتبۃ الغفوریہ، ۱۴۱۶ھ، صفحہ ۱۰،
Shalby, Ahmad/History of Muslim Education, ۱۱
1959,

(۲۳) ابوغدہ/ الرّسول المعلم واسالیبہ فی التعلیم صفحہ ۱۰

(۲۴) دیکھئے! البقرہ/ ۱۲۷۔۱۲۹، البقرہ/ ۱۵۱، آلِ عمران/ ۱۶۴ الجمعہ/ ۲

(۲۵) البقرہ/ ۱۲۹، نیز دیکھئے! محمد عبدالجبار شیخ / سیرت مجمع کمالات، سیالکوٹ، ادارہ تعلیمات سیرت صفحہ ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۹۹۵ء

(۲۶) البقرہ/ آیت ۱۵۱

(۲۷) الجمعہ/ ۲

(۲۸) آلِ عمران/ ۱۶۴

(۲۹) العلق/ ۱۔۵

(۳۰) القمر/ ۱۷ معروف عرب مصنف لطفی جمعہ ''تاریخ فلاسفۃ الاسلام'' میں لکھتے ہیں! ''وہ کتاب جو افصح العربؐ پر نازل ہوئی۔ محض ایک مذہبی کتاب ہی نہیں بلکہ تقریباً سو علوم کا منبع ہے، مثلاً شریعت، لغت، ادب، طبعیات، فلکیات، اور فلسفہ وغیرہ، ان میں سے

اکثر علوم کا براہ راست ماخذ خود قرآن کریم ہے۔

لطفی جمعہ/ تاریخ فلاسفۃ الاسلام، بیروت، دار صادر، صفحہ ۱۸ نیز دیکھئے! Downs, Robert B/Books That Changed The World, 2nd ed Chicago America, 1978

(۳۱) النحل/۴۴

(۳۲) قرآن حکیم کی کل ۶۶۶۶ آیات میں سے ۷۵۶ آیات ایسی ہیں جن میں بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر غور وفکر، بصیرت وتدبر اور مشاہدے کی ترغیب یا حکم دیا گیا ہے، قرآن کریم (ن۔ظ۔ر) مادّہ سے ''انظروا'' ''ینظرون'' ''تنظرون'' ''الناظرین'' کے الفاظ استعمال کرتا ہے، جس کے معنی اہل لغت نے غور وفکر اور بنظر غائر دیکھنا کیا ہے، یہ لفظ قرآن حکیم میں ۱۳۰ مرتبہ آیا ہے اور ۱۶ سے ۲۰ مرتبہ انفس وآفاق کے سیاق وسباق میں آیا ہے، جس کے معنی ''تقلیب البصر والبصیرۃ لادراک الشئی ورؤیتہ، وقد یراد بہ التأمل والفحص، وقد یراد بہ المعرفۃ الحاصلۃ بعد الفحص'' کے کئے گئے ہیں۔ (راغب الاصفھانی/ المفردات فی غرائب القرآن، بیروت، دار صادر، ص ۴۶۸، ص ۴۶۹)

اسی طرح ع۔ق۔ل مادّہ سے بھی تعقلون اور یعقلون کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ۲۳ مرتبہ تعقلون اور ۲۰ سے زائد مرتبہ یعقلون کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ (فواد عبدالباقی/معجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، بیروت، دار صادر، ص ۴۶۸)

اس سلسلہ میں قرآن تفکر، تذکر اور تدبر کے الفاظ بھی استعمال کرتا ہے۔ ان الفاظ کا استعمال سورۃ النحل کی آیات ۱۱ تا ۱۳ میں ہوا ہے، آیت ۱۱ میں یتفکرون، آیت ۱۲ میں یعقلون استعمال ہوا ہے۔ (النحل/۶۷)

(۳۳) Margolouth, D.S/Intrduction to the Koran By J.M.

Rodwell, London, 1918

(۳۴) ابن ماجہ/ السنن ۱/۸۳

(۳۵) بخاری/ الجامع الصحیح، کراچی، نور محمد اصح المطابع، (کتاب العلم)، نیز دیکھیے: حسن ابراہیم حسن/ اعلام الاسلام، کراچی، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، ۱۹۵۵، صفحہ ۸۱

(۳۶) حاکم/ المستدرک، حیدر آباد دکن، ۳/۵۰۲، مبارکپوری، قاضی اطہر/ خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم و تربیت، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۰ء، صفحہ ۲۶ محمد یاسین شیخ/ عہد نبویؐ کا نظامِ تعلیم، آزاد کشمیر، ارشد بک سیلرز، ۱۹۹۵، صفحہ ۷۸

(۳۷) قاضی اطہر مبارکپوری/ خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم و تربیت، صفحہ ۱۱

(۳۸) ایضاً صفحہ ۱۱

(۳۹) ایضاً صفحہ ۳۷

(۴۰) ابن ہشام/ السیرۃ النبویہ، قاہرہ، ۱۹۳۷ ۱/۴۳۴

(۴۱) البقرہ/ ۱۵۱

(۴۲) نصیر احمد ناصر/ پیغمبر آخر و اعظمؐ، لاہور، فیروز سنز، صفحہ ۴۱۶

(۴۳) محمد حمید اللہ/ خطبات بہاولپور، اسلام آباد، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، ۱۹۹۲، صفحہ ۲۴۸

(۴۴) محمد حمید اللہ/ عہدِ نبویؐ میں نظامِ حکمرانی، کراچی، اردو اکیڈمی، ۱۹۸۷، صفحہ ۱۹۶

(۴۵) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر/ عہدِ نبویؐ میں نظامِ حکمرانی صفحہ ۲۹۱

(۴۶) محمد حمید اللہ/ خطبات بہاولپور صفحہ ۳۰۵

(۴۷) محمد ثانی، ڈاکٹر حافظ/ عہد نبویؐ کے نظامِ تعلیم و تربیت میں صفّہ اور اصحابِ صفّہؓ کا کردار، کراچی، ششماہی السیرہ عالمی، رمضان ۱۴۲۰ھ، صفحہ ۱۷۶

(۴۸) ابو حاتم الرازی/ کتاب الجرح والتعدیل، مطبوعہ حیدر آباد دکن، ۱/۸

(۴۹) دورِ نبویؐ کے نظامِ تعلیم و تربیت میں صفہ اور اصحاب صفہ کے متعلق راقم کے تحقیق

مقالے ''عہد نبویؐ کے نظامِ تعلیم وتربیت میں صفہ اور اصحاب صفہؓ کا کردار'' مطبوعہ ششماہی السیرہ عالمی، زوار اکیڈمی کراچی، رمضان ۱۴۲۱ھ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

(۵۰) حفیظ جالندھری/ شاہ نامۂ اسلام، لاہور، ۴/ ۸۵ تاریخ عرب پر دورِ نبویؐ کے تعلیمی اثرات اور مسلم تہذیب کے احیاء کے لیے دیکھئے: محمد کرد علی/ الاسلام والحضارۃ العربیہ، قاہرہ، ۲/ ۵۴۳، ۵۴۴۔ Briffault, Robert/the making of Humanity London 1919, P.202

Nicholson, Reynard/A Literary History of the Arabs, London 1958

(۵۱) علی عبدالرحمٰن/ کنوز العلم فی امّ القریٰ، الکتاب شمارہ ۲، ۱۹۶۸، صفحہ ۲۲

(۵۲) محمد حمید اللہ/ صحیفہ ہمام بن منبہ، حیدرآباد دکن ۱۳۷۸ھ مکتبہ نشاۃ ثانیہ صفحہ ۱۹

(۵۳) السمہودی، علی بن احمد/ وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ، مصر، مطبقہ السعادہ ۱۳۷۴ھ، ۱/ ۱۵

(۵۴) ابن خلدون/ تاریخ ابن خلدون، بیروت، دار الکتاب اللبنانی، ۱۹۵۶ء، ۱/ ۸۴۷

(۵۵) ایضاً ۱/ ۴۸۶

(۵۶) ابن حزم، علی بن احمد/ الاحکام فی اصول الاحکام، تحقیق احمد محمد شاکر، مصر، مطبعۃ السعادہ ۱۳۷۴ھ، ۵/ ۱۰۴

(۵۷) احمد شلبی، ڈاکٹر/ تاریخ تعلیم وتربیت اسلامیہ، (مترجم محمد حسین زبیری) لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۶ء، صفحہ ۱۵

(۵۸) بخاری/ الجامع الصحیح ۱/ ۴۹۱

(۵۹) ترمذی ۵/ ۱۳۴، ابن ماجہ ۱/ ۸۴

(۶۰) ابن ماجہ ۱/ ۸۴، نیز دیکھئے خالد علوی، ڈاکٹر/ انسان کاملؐ، لاہور، الفیصل ناشران، ۲۰۰۰ء، صفحہ ۲۰۷

(۶۱) ابن عبد ربہٗ/ العقد الفرید، قاہرہ مطبعۃ لجنۃ التالیف، ۱۳۷۵، ۲/ ۲۱۵

(۶۲) طٰہٰ/۱۱۴

(۶۳) ترمذی ۳/۶۶۰، خالد علوی/ انسانِ کامل صفحہ ۲۰۶

(۶۴) سید محمد سلیم، پروفیسر/ اسلامی تعلیم، بنیادی تصورات وافکار، لاہور، ادارہ تعلیمی تحقیق، ۱۹۸۹، صفحہ ۷۶

(۶۵) ایضاً صفحہ ۷۸

(۶۶) ایضاً صفحہ ۱۳۹

(۶۷) ایضاً صفحہ ۱۴۰

(۶۸) قریشی، اشتیاق حسین/ اسلامی نظریہ حیات صفحہ ۴۲۴

(۶۹) ایضاً ۴۲۵، ۴۲۶

(۷۰) ایضاً صفحہ ۴۷۰ مزید تفصیلات کے لیے دیکھئے: سید محمد سلیم، پروفیسر/ مغربی فلسفہ تعلیم کا تنقیدی مطالعہ، لاہور، ادارہ تعلیمی تحقیق، ۱۹۸۹ء

(۷۱) دیکھئے! حبیب الدین احمد/ علامہ اقبال کا نظریہ تعلیم، لاہور، القمر انٹر پرائز ز، صفحہ ۱۹

(۷۲) مسلم سجاد/ اسلامی ریاست میں نظامِ تعلیم، اسلام آباد، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۱۹۹۲ء، صفحہ ۱۷

(۷۳) ابن حزم/ الاحکام فی اصول الاحکام، صفحہ ۶۹۱

(۷۴) تفصیلات کے لیے دیکھئے: عبدالمجید سالک/ مسلم ثقافت ہندوستان میں، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۸۲ء ندوی، ابوالحسنات/ ہندوستان کی قدیم درس گاہیں، امرتسر، انڈیا ۱۹۲۲ء مناظر احسن گیلانی/ برصغیر کا نظامِ تعلیم وتربیت، دہلی، ندوۃ المصنفین
A.J. Hammerton/Universal Hsitory of the World, London, Vol III

(۷۵۔الف) خورشید احمد، پروفیسر/ نظامِ تعلیم کی اسلامی تشکیل جدید، لاہور، ادارہ تعلیمی تحقیق، ۱۹۸۷، صفحہ ۳۰۶، نیز دیکھئے! معین الدین عقیل، ڈاکٹر/ تحریک پاکستان کا تعلیمی پس

منظر، لاہور، ادارہ تعلیمی تحقیق ،۱۹۹۲، صفحہ ۱۱۱

(۷۵۔ب) عبدالرشید ارشد، ڈاکٹر، قومی تعلیمی پالیسی، ۱۹۹۸ء۔۲۰۱۰ء، لاہور، شعبہ تعلیم و تحقیق تنظیم اساتذہ پاکستان، ۱۹۹۹ء، ص ۱۹

(۷۶۔الف) عبدالرشید ارشد/ پاکستان میں تعلیم کا ارتقاء، لاہور، ادارہ تعلیمی تحقیق ،صفحہ ۸۴

(۷۶۔ب) مسلم سجاد/تعلیم کے زندہ مسائل، اسلام آباد، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۱۹۹۸ء، ص ۴۵

(۷۷) شمیم حیدر ترمذی، ڈاکٹر/ اسلامی نظامِ تعلیم تحقیقی مطالعہ، لاہور، کاروانِ ادب، ۱۹۹۳ء، صفحہ ۱۷۰

(۷۸) مسلم سجاد/ پاکستان میں تعلیم کے زندہ مسائل، اسلام آباد، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۱۹۹۸ء صفحہ ۳۵۶، نیز دیکھیے! شمیم حیدر ترمذی/ اسلام کا نظامِ تعلیم، تحقیقی مطالعہ، صفحہ ۱۷۰

(۷۹) مسلم سجاد/ پاکستان میں تعلیم کے زندہ مسائل صفحہ ۳۵۶

(۸۰) شمیم حیدر ترمذی/ اسلام کا نظامِ تعلیم صفحہ ۱۷۱

(۸۱) ایضاً صفحہ ۱۸۴

(۸۲) اسلامی ریاست میں لازمی تعلیم کے حوالے سے امام ابن حزم کی رائے اوپر گزر چکی ہے دیکھیے! ابن حزم/ الاحکام فی اصول الاحکام ۵/ ۶۹۱، ۶۹۲، نیز دیکھیے! امام غزالیؒ کی رائے: احمد شلبی/ تاریخ تعلیم وتربیت اسلامیہ صفحہ ۲۲۱

(۸۳) بحوالہ مجلّہ تعلیم شمارہ ۱۱، صفحہ ۱۸۲، ۱۸۳